سلطانِ کربلا کے 10 حروف کی نسبت سے اس کتاب کو پڑھنے کی 10 نیتیں

فرمانِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: نِیَّةُ الْمُؤْمِنِ خَیْرٌ مِّنْ عَمَلِه ’یعنی مسلمان کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے۔‘

(المعجم کبیر للطبرانی، الحدیث ۵۹۴۲ ج ٦ ص ۱۸۵)

دومدنی پھول: (۱) بغیر اچھی نیت کے کسی بھی عملِ خیر کا ثواب نہیں ملتا۔ (۲) جتنی اچھی نیتیں زِیادہ، اتنا ثواب بھی زیادہ۔

۱۔ رِضائے الٰہی عزوجل کیلئے اس کتاب کا اوّل تا آخر مطالعہ کروں گا۔

۲۔ حتی الوسع اِس کا باوُضو اور

۳۔ قبلہ رو مطالعہ کروں گا۔

۴۔ قرآنی آیات اور

۵۔ احادیثِ مبارکہ کی زیارت کروں گا۔

٦۔ جہاں جہاں اللہ کا نام پاک آئے گا وہاں عزوجل اور

۷۔ جہاں جہاں سرکار کا اسمِ مبارک آئے گا وہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پڑھوں گا۔

۸۔ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نقشِ قدم پر چلنے کی کوشش کروں گا۔

۹۔ اس رِوایت عِنْدَ ذِکْرِ الصَّالِحِیْنَ تَنَزَّلُ الرَّحْمَةُ یعنی نیک لوگوں کے ذِکر کے وقت رحمت نازل ہوتی ہے۔ (حلیۃ الاولیاء، رقم ۱۰۷۵۰، ج ۷، ص ۳۳۵) پر عمل کرتے ہوئے اس کتاب میں دیئے گئے واقعات دوسروں کو سنا کر ذِکرِ صالحین کی برکتیں لوٹوں گا۔

۱۰۔ اس حدیثِ پاک تَهَادُوْا تَحَابُّوْا یعنی ایک دوسرے کو تحفہ دو، آپس میں محبت بڑھے گی۔ (مؤطا امام مالک، ج ۲، ص ۴۰۷، رقم: ۱۷۳۱) پر عمل کی نیت سے (کم از کم ۱۲ عدد یا حسبِ توفیق) یہ کتاب خرید کر دوسروں کو تحفۃً دوں گا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ ط
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ط بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

المدینة العلمیة

از۔ بانیٔ دعوتِ اسلامی، عاشقِ اعلیٰ حضرت، شیخ طریقت، امیرِ اہلسنّت، حضرتِ علاّمہ
مولانا ابوبلال محمّد الیاس عطّارؔ قادری رَضَوی دامت برکاتہم العالیہ

الحمدللّٰہ علیٰ اِحْسانِہٖ و بِفَضْلِ رسُولِہٖ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم

تبلیغِ قرآن وسنّت کی عالمگیر غیر سیاسی تحریک دعوتِ اسلامی نیکی کی دعوت، اِحیائے سنّت اوراشاعتِ علمِ شریعت کو دُنیا بھر میں عام کرنے کا عزمِ مُصمّم رکھتی ہے۔ان تمام اُمور کو بحُسنِ خوبی سرانجام دینے کے لئے متعدّد مجالس کا قیام عمل میں لایا گیا ہے جن میں سے ایک مجلس المدینة العلمیة بھی ہے جودعوتِ اسلامی کے عُلماء ومُفتیانِ کرام کَثَّرَہُمُ اللّٰہُ تعالیٰ پر مشتمل ہے، جس نے خالص علمی، تحقیقی اوراشاعتی کام کا بیڑا اُٹھایا ہے۔اس کے مندرجہ ذیل چھ شعبے ہیں:

۱﴾ شعبۂ کُتُبِ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللّٰہ تعالیٰ علیہ ۲﴾ شعبۂ درسی کتب
۳﴾ شعبۂ اصلاحی کتب ۴﴾ شعبۂ تفتیشِ کتب
۵﴾ شعبۂ تخریج ۶﴾ شعبۂ تراجمِ کتب

المدینة العلمیة کی اوّلین ترجیح سرکارِ اعلیٰ حضرت امامِ اَہلسنّت، عظیم البَرَکت، عظیم المرتبت، پروانۂ شمعِ رِسالت، مُجدِّدِ دین و ملّت، حامیٔ سنّت، ماحیٔ بدعت، عالِمِ شریعت، پیرِ طریقت، باعثِ خیروبرکت، حضرتِ علاّمہ مولیٰنا الحاج الحافظ القاری الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن کی گراں مایہ تصانیف کو عصرِ حاضر کے تقاضوں کے مطابق حتّی الوُسعٰی سَہل اُسلُوب میں پیش کرنا ہے۔تمام اسلامی بھائی اوراسلامی بہنیں اس علمی، تحقیقی اوراشاعتی مدَنی کام میں ہر ممکن تعاون فرمائیں اورمجلس کی طرف سے شائع ہونے والی کُتُب کا خود بھی مطالَعہ فرمائیں اوردوسروں کو بھی اِس کی ترغیب دِلائیں۔

اللّٰہ عزّوجل دعوتِ اسلامی کی تمام مجالس بشُمول المدینة العلمیة کو دِن گیارہویں اوررات بارہویں ترقّی عطا فرمائے اور ہمارے ہر عملِ خیر کو زیورِ اخلاص سے آراستہ فرماکر دونوں جہاں کی بھلائی کا سبب بنائے۔ہمیں زیرِ گنبدِ خضرا شہادت، جنّت البقیع میں مدفن اورجنّت الفردوس میں جگہ نصیب فرمائے۔ اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الْاَمین صلی اللّٰہ علیہ وسلم

رمضان المبارک ۱۴۲۵ھ

پیشِ لفظ

اس مادرِ گیتی پر بلاشبہ کروڑہا انسانوں نے جنم لیا اور بالآخر موت نے انہیں اپنی آغوش میں لے کران کا نام ونشان تک مٹادیا۔ لیکن جنھوں نے دین اسلام کی بقاوسربلندی کیلئے اپنے جان ومال اوراولاد کی قربانیاں دیں اورجن کے دِلی جذبات اسلام کے نام پر مرمٹنے کیلئے ہمہ وقت پختہ تھے، تاریخ کے اوراق پر ان کے تذکرے سنہری حروف سے کندہ ہیں۔ان اکابرین کے کارناموں کا جب جب ذکر کیا جاتا ہے، دلوں پر رِقت کی کیفیت طاری ہوجاتی ہے۔ ان کے پرسوز واقعات آج بھی ہمارے لئے مشعل راہ ہیں، بالخصوص واقعہ کربلا نہایت رِقت وسوز کے ساتھ جذبہ ٔ ایثاروقربانی کو اُبھارتا ہے۔حضرت امام حسین اور انکے رفقاء رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے جس شان کے ساتھ اپنی جانوں کے نذرانے پیش کیے، تاریخ اس کی مثال بیان کرنے سے قاصر ہے۔ان نفوس قدسیہ نے اپناسب کچھ لٹادیا لیکن باطل کے آگے سر نہ جھکایا۔جان دینا گوارا فرمالیا، لیکن شوکت اسلام پر حرف نہ آنے دیا۔

گھر لٹانا جان دینا کوئی تجھ سے سیکھ جائے　　　جانِ عالم ہو فدا اے خاندانِ اہلِ بیت

ماہِ محرم الحرام جب بھی تشریف لاتا ہے کربلا والوں کی یادتازہ ہوجاتی ہے۔شہدائے کربلا بالخصوص نواسۂ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، جگر گوشۂ بتول، امام عالی مقام، امام عرش مقام حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں ایصال ثواب پیش کیا جاتا ہے۔ اس واقعہ سے متعلق محررین وعلمائے کرام نے متعدد کتابیں لکھیں، جن میں سے بعض کتب نے بہت پذیرائی حاصل کی۔ کتاب **آئینۂ قیامت** کا شمار بھی انہی میں ہوتا ہے۔یہ کتاب شہنشاہ سخن، استاذِ زمن، برادرِ اعلیٰ حضرت مولانا حسن رضا خان علیہ رحمۃ المنان نے تحریر فرمائی۔اس کتاب کے بارے میں شہزادۂ اعلیٰ حضرت، تاجدار اہلسنت، امام الفقہاء حضور مفتی اعظم ہند ابوالبرکات محمد مصطفی رضا علیہ الرحمۃ **الفتاویٰ المصطفویہ** میں لکھتے ہیں: ''آئینۂ قیامت تصنیف حضرت عمی جناب استاذ زمن مولانا حسن رضا خاں صاحب حسن رحمۃ اللہ تعالیٰ، یہ کتاب اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی دیکھی اور مجالس میں کتنی ہی بار سنی گئی ہے۔ (الفتاویٰ المصطفویہ، ص ۴۶۳، شبیر برادرز لاہور)

خود اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت، عظیم المرتبت، پروانۂ شمع رسالت، عاشق ماہ نبوت مولانا امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الحنان سے جب ذکرِ شہادت سے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے جواباً ارشاد فرمایا: مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب کی کتاب جو عربی میں ہے وہ یا حسن میاں مرحوم میرے بھائی کی کتاب آئینۂ قیامت میں صحیح رِوایات ہیں انہیں سننا چاہئے، باقی غلط روایات کے پڑھنے سے نہ پڑھنا اور سننا بہت بہتر ہے۔ (ملفوظات اعلیٰ حضرت، حصہ دوم، ص ۲۵۱)

الحمدللہ عزوجل! حسب سابق مجلس المدينة العلمية (دعوت اسلامی) نے اس کتاب کو بھی نئے انداز سے شائع کرنے کا ارادہ کیا اور طباعتِ جدیدہ کیلئے ان امور کا اہتمام کیا: (۱) کتاب کی نئی کمپوزنگ (۲) مکرر پروف ریڈنگ (۳) دیگر نسخوں سے مقابلہ (٤) حوالہ جات کی تخریج (٥) عربی وفارسی عبارات کی درستگی (٦) پیرابندی (٧) آیات کا ترجمہ کنزالایمان کے مطابق اور آخر میں ماٰخذ ومراجع کی فہرست بھی شامل کی گئی ہے۔اس کے علاوہ آخری صفحات میں شیخِ طریقت، امیراہلسنّت، بانیٔ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابوبلال محمد الیاس عطار قادری دامت برکاتہم العالیہ کی مایہ ناز تالیف فیضانِ سنّت جلداوّل سے فضائلِ عاشورہ بھی شامل کیے گئے ہیں۔

ان تمام امور کو ممکن بنانے کیلئے مجلس المدينة العلمية کے مَدَنی علماء دامت فیوضہم نے بڑی محنت ولگن سے کام کیا اور حتی المقدور اور اس کتاب کو احسن انداز میں پیش کرنے کی سعی کی۔ اللہ عزوجل ان کی یہ محنت اور سعی قبول فرمائے، انہیں جزائے جزیل عطا فرمائے اور اخلاص واستقامت کے ساتھ دین کی خدمت کی توفیق مرحمت فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

شعبۂ تخریج

مجلس المدينة العلمية

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرّحیم

الحمدللّٰہ رب العالمین والصلوٰۃ والسّلام علیٰ سیّدنا و مولانا محمد و آلہٖ و اصحابہٖ اجمعین

حبیب خدا عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بار گاہ میں فضل شہادت کی حاضری

ہمارے حضور پرنور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کواللہ تعالیٰ نے تمام کمالات وصفات کا مجمعِ خلق فرمایا۔حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سے اوصافِ حمیدہ و خصائلِ پسندیدہ کسی مَلَک، کسی بشر، کسی رسول، کسی پیغمبر میں ممکن نہیں۔ بنظرِ ظاہر، صرف فضلِ شہادت، اس بارگاہِ عرش اشتباہ کی حاضری سے محروم رہا۔اس کی نسبت علمائے کرام کا خیال ہےاور کتنا نفیس خیال ہے کہ جنگِ اُحد شریف میں اس روحِ مصور، جانِ مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دندانِ مبارک شہید ہونا سب شہیدوں کی شہادت سے افضل ہےاور جس وقت حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تعلقِ خاطر شہزادوں کے خیال میں آتا ہے تواس امر کے اظہار میں کچھ بھی تامل نہیں رہتا کہ ان حضرات کی شہادت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کی شہادت ہےاورانہوں نے نیابۃً اس شرف کوسرسبزی وسرخروئی عطافرمائی۔

فضائل امام حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما

ایک بارحضرتِ امامِ حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضرِ خدمتِ اقدس ہوکر حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے شانۂ مبارک پر سوار ہوگئے، ایک صاحب نے عرض کیا: صاحبزادے آپ کی سواری کیسی اچھی ہے۔حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اور سوار کیسا اچھا سوار ہے۔ (سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب ابی محمد الحسن۔۔۔الخ، الحدیث:۳۸۰۹، ج۵،ص۴۳۲)

حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سجدے میں تھے کہ امامِ حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ پشت مبارک سے لپٹ گئے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سجدے کوطول دیا کہ سراٹھانے سے کہیں گرنہ جائیں۔ (مسندابی یعلی، مسندانس بن مالک، الحدیث:۳۴۱۵، ج۳،ص۲۱)

امامِ حسن اورامامِ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی نسبت ارشاد ہوتا ہے: ہمارے یہ دونوں بیٹے جوانانِ جنت کے سردار ہیں۔ (سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب ابی محمد الحسن۔۔۔الخ، الحدیث:۳۷۹۳، ج۵،ص۴۲۶)

اورفرمایا جاتا ہے: ان کا دوست ہمارا دوست، ان کا دشمن ہمارا دشمن ہے۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب السنۃ، باب فضل الحسن والحسین، الحدیث:۱۴۳، ج۱،ص۹۶)

اورفرماتے ہیں (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم): یہ دونوں عرش کی تلواریں ہیں۔

اورفرماتے ہیں (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم): حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجھ سے ہےاور میں حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوں، اللہ عزوجل دوست رکھے اسے جو حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دوست رکھے، حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے اسباط سے۔ (سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب ابی محمد الحسن۔۔۔الخ، الحدیث:۳۸۰۰، ج۵،ص۴۲۹)

ایک روز حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دہنے زانو پر امامِ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور بائیں پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرتِ ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیٹھے تھے، حضرت جبریل علیہ السلام نے حاضر ہو کر عرض کی کہ ان دونوں کو خدا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس نہ رکھے گا، ایک کو اختیار فرما لیجئے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امامِ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جدائی گوارا نہ فرمائی، تین دِن کے بعد حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہوگیا۔ اس واقعہ کے بعد جب حاضر ہوتے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بوسے لیتے اور فرماتے، مَرْحَبًا بِمَنْ فَدَيْتُهُ بِابْنِی ایسے کو مرحبا جس پر میں نے اپنا بیٹا قربان کیا۔ (تاریخ بغداد، ج ۲، ص ۲۰۰، بلفظ 'فدیت من')

اور فرماتے ہیں (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) یہ دونوں میرے بیٹے اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں، اِلٰہی عزوجل میں ان کو دوست رکھتا ہوں تو بھی انہیں دوست رکھ اور اسے دوست رکھ جو انہیں دوست رکھے۔ (سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب ابی محمد الحسن۔۔۔الخ، الحدیث: ۳۷۹۴، ج ۵، ص ۴۲۷)

بتول زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرماتے: میرے دونوں بیٹوں کو لاؤ پھر دونوں کو سونگھتے اور سینۂ انور سے لگا لیتے۔ (سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب ابی محمد الحسن۔۔۔الخ، الحدیث: ۳۷۹۷، ج ۵، ص ۴۲۸)

محبوبانِ بارگاہِ الٰہی عزوجل اور قانونِ قدرت

جب حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے یہ ارشاد اور شہزادوں کی ایسی پاسداریاں، نازبرداریاں یاد آتی ہیں اور واقعاتِ شہادت پر نظر جاتی ہے تو حسرت کی آنکھوں سے آنسو نہیں، لہو کی بوندیں ٹپکتی ہیں اور خدا عزوجل کی بے نیازی کا عالم آنکھوں کے سامنے چھا جاتا ہے، یہ مقدّس صورتیں خدا عزوجل کی دوست ہیں اور اللہ جل جلالہ کی عادتِ کریمہ ہے کہ دنیاوی زِندگی میں اپنے دوستوں کو بلاؤں میں گھرا رکھتا ہے۔

ایک صاحب نے عرض کی کہ...... میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے محبت رکھتا ہوں۔ فرمایا، فقر کیلئے مستعد ہو جا۔ عرض کی، اللہ تعالیٰ کو دوست رکھتا ہوں۔ ارشاد ہوا، بلا کیلئے آمادہ ہو۔

اور فرماتے ہیں: سخت ترین بلا انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر ہے، پھر جو بہتر ہیں پھر جو بہتر ہیں۔ (المسند للامام احمد، الحدیث: ۲۷۱۴۷، ج ۱۰، ص ۳۰۶)

نزدیکاں را بیش بود حیرانی   یعنی مقربین کو حیرانی زیادہ ہوتی ہے۔

جن کے رُتبے ہیں سوا ان کو سوا مشکل ہے

سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور خاندانِ سرکار کا فقرِ اختیاری

ہمارے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خداعزّ وجل نے اشرف تریں مخلوق بنایا اور محبوبیتِ خاص کا خلعتِ فاخرہ عطا فرمایا۔ اسی وجہ سے دنیا کی جو بلائیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اٹھائیں اور جو مصیبتیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے برداشت کیں، کسی سے ان کا تحمل ممکن نہیں۔ اللہ اللہ! محبوبیت کی تو وہ ادائیں کہ فرمایا جاتا ہے: **لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الدُّنْیَا** اے محبوب (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)! میں اگر تم کو نہ پیدا کرتا تو دنیا ہی کو نہ بناتا۔ (فردوس الاخبار، الحدیث: ۸۰۹۵، ج۲، ص۴۵۸ 'بلفظ ماخلقت)

علوِ مرتبت کی وہ کیفیتیں کہ اپنے خزانے کی کنجیاں دے کر مختارِ کل بنا دیا کہ جو چاہو کرو، سیاہ وسپید کا تمہیں اختیار ہے۔

ایسے بادشاہ جن کے مقدس سر پر دونوں عالم کی حکومت کا چمکتا تاج رکھا گیا، ایسے رفعت پناہ، جن کے مبارک پاؤں کے نیچے تختِ الٰہی بچھایا گیا، شاہی لنگر کے فقیر، سلاطینِ عالم، سلطانی باڑے کے محتاج، شاہانِ معظم، دنیا کی نعمتیں بانٹنے والے، زمانے کی دولتیں دینے والے، بھکاریوں کی جھولیاں بھریں، منہ مانگی مرادیں پوری کریں۔ اب کاشانۂ اقدس اور دولت سرائے مقدس کی طرف نگاہ جاتی ہے اللہ تعالیٰ کی شان نظر آتی ہے۔ ایسے جلیل القدر بادشاہ جن کی قاہر حکومت مشرق مغرب کو گھیر چکی اور جن کا ڈنکا ہفت آسمان وتمام روئے زمین میں بج رہا ہے، ان کے برگزیدہ گھر میں آسایش کی کوئی چیز نہیں، آرام کے اسباب تو درکنار، خشک کھجوریں اور جَو کے بے چھنے آٹے کی روٹی بھی تمام عمر پیٹ بھر کر نہ کھائی۔

کل جہاں مِلک اور جَو کی روٹی غذا اس شکم کی قناعت پہ لاکھوں سلام

(حدائقِ بخشش)

شاہی لباس دیکھیے تو سترہ سترہ پیوند لگے ہیں، وہ بھی ایک کپڑے کے نہیں۔ دو دو مہینے سلطانی باورچی خانے سے دھواں بلند نہیں ہوتا دنیوی عیش وعشرت کی تو یہ کیفیت ہے، دِینی وجاہت دیکھیے تو اس تاجدار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شوکت اور اس سادگی پسند کی وجاہت سے دونوں عالم گونج رہے ہیں۔

مالکِ کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں

یہاں یہ امر بھی بیان کر دینے کے قابل ہے کہ یہ تکلیفیں، یہ مصیبتیں محض اپنی خوشی سے اٹھائی گئیں، اس میں مجبوری کو ہرگز دخل نہ تھا۔ ایک بار آپ کے بہی خواہ اور رضا جو دوست جل جلالہ نے پیام بھیجا کہ..... تم کہو تو مکہ کے دو پہاڑوں کو سونے کا بنا دوں کہ وہ تمہارے ساتھ رہیں۔ عرض کی: یہ چاہتا ہوں کہ ایک دن دے کہ شکر بجالاؤں، ایک دن بھوکا رکھ کہ صبر کروں۔ (سنن الترمذی، کتاب الزھد، باب ماجاء فی الکفاف ۔۔۔ الخ، ج۴، ص۱۵۵، الحدیث: ۲۳۵۴)

مسلمانو! اللہ تعالیٰ نے ہمارے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نفسِ مطمئنہ عطا فرمایا ہے۔ اگر آپ عیش وعشرت میں بسر فرماتے اور آسائش وراحت محبوب رکھتے، تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا پروردگار عزّ وجل آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خوشی پر خوش ہونے والا دنیا میں جنتوں کو اتار کر رکھ دیتا اور یہ سامانِ عیش آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برگزیدہ اور پاک نفس میں ہرگز تغیر پیدا نہ کرسکتا، ایسی حالت میں یہ بلا پسندی اور مصیبت دوستی اسی بنیاد پر ہوسکتی ہے کہ آپ رحمۃ للعالمین ٹھہرے، دنیا کی ہر چیز کے حق میں رحمت ہوکر آئے، اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عیش وعشرت میں مشغول رہتے تو تکلیف ومصیبت جن سے عاقبت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے غلاموں کو بھی سروکار نہ ہوگا، برکات سے محروم رہ جاتیں۔

ایک بار حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسلمانوں کو کنیزیں اور غلام تقسیم فرمارہے تھے، مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے حضرت بتول زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہا، جاؤ! تم بھی اپنے لئے کوئی کنیز لے آؤ۔ حاضر ہوئیں اور ہاتھ دِکھا کر عرض کرنے لگیں کہ چکیاں پیستے پیستے ہاتھوں میں چھالے پڑگئے ہیں، ایک کنیز مجھے بھی عنایت ہو۔ ارشاد ہوا: اے فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا)! میں تجھے ایسی چیز بتاتا ہوں کہ جو کنیز وغلام سے زِیادہ کام دے، تُو رات کو سوتے وَقت **سبحان اللّٰہ ۳۳ بار، الحمد للّٰہ ۳۳ بار، اللّٰہ اکبر ۳۴ بار** پڑھ کر سورہا کر۔ (سنن الترمذی، کتاب الدعوات، باب ماجاء فی تسبیح ۔۔۔ الخ، الحدیث: ۳۴۱۹، ج ۵ ص ۲۶۰)

ایک بار حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرتِ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے کاشانہ میں تشریف لے گئے، دروازہ تک رونق افروز ہوئے تھے کہ حضرتِ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاتھوں میں چاندی کی ایک چوڑی ملاحظہ فرمائی، واپس تشریف لے آئے، حضرتِ بتول رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے وہ چوڑیاں حاضر کردیں کہ انہیں تصدق کردیجئے، مساکین کو عطا فرمادی گئیں اور دو چوڑیاں عاج کی مرحمت ہوئیں اور ارشاد ہوا: فاطمہ! دنیا، محمد اور آلِ محمد کے لائق نہیں۔ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم وسلم)

عمرِ فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر آئے، دیکھا کہ کھجور کی چٹائی پر آرام فرمارہے ہیں اور اس نازک جسم اور نازنین بدن پر بوریے کے نشان بن گئے ہیں، یہ حالت دیکھ کر بے اِختیار رونے لگے اور عرض کی کہ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم! قیصر وکسریٰ، خدا کے دشمن، ناز ونعمت میں بسر کریں اور خدا عزّ وجل کا محبوب تکلیف ومصیبت میں؟ ارشاد ہوا: کیا تُو اس امر پر راضی نہیں کہ انہیں دنیا کے عیش ملیں اور تُو عقبیٰ کی خوبیوں سے بہرہ ور ہو؟ (صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب تبتغی مرضاۃ ۔۔۔ الخ، الحدیث: ۴۹۱۳، ج ۳، ص ۳۶۰)

اللہ عزّوجل کے حقیقی دوست

حضرتِ سری سقطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بذریعہ الہام فرمایا گیا، اے سری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! میں نے مخلوق پیدا فرما کر اس سے پوچھا: کیا تم مجھ کو دوست رکھتے ہو؟ سب نے بالاتفاق عرض کی کہ تیرے سوا اور کون ہے، جسے ہم دوست رکھیں گے؟ پھر میں نے دنیا بنائی نو حصے اس کی طرف ہوگئے، ایک حصہ نے کہا، ہم اس کی خاطر تجھ سے جدائی نہ کریں گے۔ پھر آخرت خلق فرمائی، اس ایک حصہ سے نو حصے اس کے خریدار ہوگئے، باقیوں نے عرض کی: ہم دنیا کے سائل نہ آخرت پر مائل، ہم تو تیرے چاہنے والے ہیں۔ پھر بلائیں پیش کیں ان میں سے بھی نو حصے گھبرا کر پریشان ہوگئے، ایک حصہ نے عرض کی: تُو زمین اور آسمان کے چودہ طبق کو بلا ایک طوق بنا کر ہمارے گلے میں ڈال دے، مگر ہم تیری طرف سے منہ پھیرنے والے نہیں۔

ان کی نسبت ارشاد ہوا: اُولٰٓئِکَ اَوْلِیَائِیْ حَقًّا یہ میرے سچے دوست ہیں۔

اب اہلِ بیت کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی بلا پسندی حیرت کی آنکھوں سے دیکھنے کے قابل ہے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بلا و نعمت کے بارے میں سوال ہوا، فرمایا: ہمارے نزدیک دونوں برابر ہیں۔

انچہ از دوست می رسد نیکو ست یعنی دوست سے جو کچھ پہنچے اچھا ہوتا ہے۔

امامِ حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خبر ہوئی، ارشاد ہوا: اللہ عزّوجل ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر رحم کرے مگر ہم اہل بیت کے نزدیک بلا، نعمت سے افضل ہے کہ حظ ہے اور محض رضائے دوست ہے۔

اللھم صل علی سیدنا و مولانا محمد و علیٰ الہ و اصحابہ اجمعین

یزید پلید کی تخت نشینی اور قیامت کے سامان

ہجرت کا ساٹھواں سال اور رَجب کا مہینہ کچھ ایسا دِل دُکھانے والا سامان اپنے ساتھ لایا، جس کا نظارہ اسلامی دنیا کی آنکھوں کو ناچار اس طرف کھینچتا ہے، جہاں کلیجا نوچنے والی آفتوں، بے چین کردینے والی تکلیفوں نے دیندار دِلوں کے بے قرار کرنے اور خدا پرست طبیعتوں کو بے تاب بنانے کیلئے حسرت و بے کسی کا سامان جمع کیا ہے۔ یزید پلید کا تختِ سلطنت کو اپنے ناپاک قدم سے گندہ کرنا ان ناقابلِ برداشت مصیبتوں کی تمہید ہے جن کو بیان کرتے کلیجا منہ کو آتا اور دِل ایک غیر معمولی بے قراری کے ساتھ پہلو میں پھڑک جاتا ہے۔ اس مردود نے اپنی حکومت کی مضبوطی، اپنی ذلیل عزّت کی ترقی اس امر میں سمجھی کہ اہلِ بیت کرام کے مقدّس و بے گناہ خون سے اپنی ناپاک تلوار رنگے۔ اس جہنمی کی نیت بدلتے ہی زمانے کی ہوا نے پلٹے کھائے اور زہریلے جھونکے آئے کہ جاوداں بہاروں کے پاک گریباں، بے خزاں پھولوں، نوشگفتہ گلوں کے غم میں چاک ہوئے، مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہری بھری لہلہاتی پھلواڑی کے سہانے نازک پھول مرجھا مرجھا کر طرازِ دامنِ خاک ہوئے۔

امامِ حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت اور بھائی کو نصیحت

اس خبیث کا پہلا حملہ سیّدنا امام حسن پر چلا۔ جعدہ زوجہ امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بہکایا کہ اگر تو زہر دے کر امام کا کام تمام کردے گی تو میں تجھ سے نکاح کرلوں گا۔ وہ شقیہ بادشاہ بیگم بننے کے لالچ میں شاہانِ جنّت کا ساتھ چھوڑ کر، سلطنت وعقبیٰ سے منہ موڑ کر جہنم کی راہ پر ہولی۔ کئی بار زہر دیا کچھ اثر نہ ہوا، پھر تو جی کھول کر اپنے پیٹ میں جہنم کے انگارے اور امام جنت کو سخت تیز زہر دیا یہاں تک کہ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جگر پارے کے اعضائے باطنی پارہ پارہ ہو کر نکلنے لگے۔

یہ بے چین کرنے والی خبر سن کر حضرت امامِ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے پیارے بھائی کے پاس حاضر ہوئے۔ سرہانے بیٹھ کر گزارش کی: حضرت کو کس نے زہر دیا؟ فرمایا: اگر وہ ہے جو میرے خیال میں ہے تو اللہ بڑا بدلہ لینے والا ہے اور اگر نہیں تو میں بے گناہ سے عوض نہیں چاہتا۔ (حلیۃ الاولیاء، الحسن بن علی، الحدیث:۱۴۳۸، ج ۲، ص ۴۷ ملخصا)

ایک رِوایت میں ہے، فرمایا: بھائی! لوگ ہم سے یہ اُمید رکھتے ہیں کہ روزِ قیامت ہم ان کی شفاعت فرما کر کام آئیں نہ یہ کہ ان کے ساتھ غضب اور انتقام کو کام میں لائیں۔

واہ رے حلم کہ اپنا تو جگر ٹکڑے ہو   پھر بھی ایذائے ستم گر کے روا دار نہیں

پھر جانے والے امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آنے والے امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یوں وصیّت فرمائی: حسین دیکھو سفیہانِ کوفہ سے ڈرتے رہنا، مبادا وہ تمہیں باتوں میں لے کر بلائیں اور وَقت پر چھوڑ دیں، پھر پچھتاؤ گے اور بچاؤ کا وَقت گزر جائے گا۔

بے شک امامِ عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ وصیت موتیوں میں تولنے کے قابل اور دِل پر لکھ لینے کے لائق تھی، مگر اس ہونے والے واقعے کو کون روک سکتا؟ جسے قدرت نے مدّتوں پہلے سے مشہور کر رکھا تھا۔

امامِ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی خبر واقعہ کربلا سے پہلے ہی مشہور تھی

حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت شریفہ سے تین سو برس پیش تر یہ شعر ایک پتھر پر لکھا ملا:

اَتَرْجُوْ اُمَّةٌ قَتَلَتْ حُسَيْنًا　　شَفَاعَةَ جَدِّهٖ يَوْمَ الْحِسَابِ

کیا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قاتل یہ بھی اُمید رکھتے ہیں کہ روزِ قیامت ان کے نانا جان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت پائیں گے؟

یہی شعر ارضِ روم کے ایک گرجا میں لکھا پایا گیا اور لکھنے والا معلوم نہ ہوا۔ کئی حدیثوں میں ہے، حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امّ المؤمنین حضرتِ امّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے کاشانہ میں تشریف فرما تھے، ایک فرشتہ کہ پہلے کبھی حاضر نہ ہوا تھا، اللہ تبارک وتعالیٰ سے حاضری کی اجازت لے کر آستان بوس ہوا، حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امّ المؤمنین سے ارشاد فرمایا: دروازے کی نگہبانی رکھو، کوئی آنے نہ پائے، اتنے میں سیّدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ دروازہ کھول کر حاضر خدمت ہوئے اور کود کر حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی گود میں جا بیٹھے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پیار فرمانے لگے، فرشتے نے عرض کی: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہیں چاہتے ہیں؟ فرمایا: ہاں! عرض کی: وہ وقت قریب آتا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اُمت انہیں شہید کردے گی اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چاہیں وہ زمین حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دکھادوں، جہاں یہ شہید کئے جائیں گے۔ پھر سرخ مٹی اور ایک روایت میں ہے ریت، ایک میں ہے کنکریاں حاضر کیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سونگھ کر فرمایا: رِيْحُ كَرْبٍ وَّ بَلَاءٍ بے چینی اور بلا کی بُو آتی ہے، پھر اُمّ المؤمنین کو وہ مٹی عطا ہوئی اور ارشاد ہوا: جب یہ خون ہوجائے تو جاننا کہ حسین شہید ہوا۔ انہوں نے وہ مٹی ایک شیشی میں رکھ چھوڑی۔ اُمّ المؤمنین فرماتی ہیں: میں کہا کرتی جس دِن یہ مٹی خون ہوجائے گی کیسی سختی کا دِن ہوگا۔ (المعجم الکبیر، الحدیث: ۲۸۱۷، ۲۸۱۸، ۲۸۱۹، ج ۳، ص ۱۰۸)

امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ صفین کو جاتے ہوئے زمینِ کربلا پر گزرے، نام پوچھا، لوگوں نے کہا: کربلا! یہاں تک روئے کہ زمین آنسوؤں سے تر ہوگئی۔ پھر فرمایا: میں خدمتِ اقدس حضور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر ہوا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو روتا پایا، سبب پوچھا، فرمایا: ابھی جبریل علیہ السلام کہہ گئے ہیں کہ میرا بیٹا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرات کے کنارے کربلا میں قتل کیا جائے گا۔ پھر جبریل علیہ السلام نے وہاں کی مٹی مجھے سونگھائی مجھ سے ضبط نہ ہوسکا اور آنکھیں بہہ نکلیں۔

ایک روایت میں ہے، مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس مقام سے گزرے جہاں اب امامِ مظلوم کی قبر مبارک ہے، فرمایا: یہاں ان کی سواریاں بٹھائیں جائیں گی، یہاں ان کے کجاوے رکھے جائیں گے اور یہاں ان کے خون گریں گے۔ آلِ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و رضی اللہ عنہم کے کچھ نوجوان اس میدان میں قتل ہوں گے جن پر زمین وآسماں روئیں گے۔ (دلائل النبوۃ لابی نعیم الاصبھانی، ج ۲، ص ۱۴۷)

اللھم صل علی سیّدنا و مولانا محمّد و علیٰ الہ و اصحابہ اجمعین

یزید کا پیغامِ بیعت اور امامِ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مدینے سے روانگی

امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کام تمام کر کے جب یزید پلید نے اپنا ناشاد دِل کو خوش کرلیا، اب اس شقی کو امامِ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ یاد آئے، مدینہ کے صوبہ دار ولید کو خط لکھا کہ...... حسین اور عبداللہ ابن عمر اور عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بیعت کیلئے کہے اور مہلت نہ دے۔ ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مسجد میں بیٹھنے والے آدمی ہیں اور ابنِ زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب تک موقع نہ پائیں گے خاموش رہیں گے، ہاں حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیعت لینی سب سے زِیادہ ضروری ہے کہ یہ شیر اور شیر کا بیٹا موقع کا اِنتظار نہ کریگا۔

صوبہ دار نے خط پڑھ کر پیامی بھیجا، امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: چلو آتے ہیں۔ پھر عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: دربار کا وقت نہیں ہے، بے وقت بلانے سے معلوم ہوتا ہے کہ سردار نے وفات پائی، ہمیں اس لئے بلایا جاتا ہے کہ موت کی خبر مشہور ہونے سے پہلے یزید کی بیعت ہم سے لی جائے۔ ابن زبیر نے عرض کی: میرا بھی یہی خیال ہے ایسی حالت میں آپ رضی اللہ عنہ کی کیا رائے ہے؟ فرمایا: میں اپنے جوان جمع کر کے جاتا ہوں، ساتھیوں کو دروازے پر بٹھا کر اس کے پاس جاؤں گا۔ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: مجھے اس کی جانب سے اندیشہ ہے۔ فرمایا: وہ میرا کچھ نہیں کرسکتا۔ پھر اپنے اصحاب کیساتھ تشریف لے گئے، ہمراہیوں کو ہدایت کی: جب میں بلاؤں یا میری آواز بلند ہوتے سنو، اندر چلے آنا اور جب تک میں واپس نہ آؤں کہیں ہل کر نہ جانا۔ یہ فرما کر اندر تشریف لے گئے، ولید کے پاس مروان بیٹھا پایا، سلام علیک کر کے تشریف رکھی، ولید نے خط پڑھ کر سنایا، وہی مضمون پایا جو حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خیال شریف میں آیا تھا۔ بیعت کا حال سن کر ارشاد ہوا: مجھ جیسے چھپ کر بیعت نہیں کرتے، سب کو جمع کرو، بیعت لو، پھر ہم سے کہو۔ ولید نے بنظرِ عافیت پسندی عرض کی: بہتر! تشریف لے جایئے۔ مروان بولا: اگر اس وقت انہیں چھوڑ دیگا اور بیعت نہ لے گا تو جب تک بہت سی جانوں کا خون نہ ہو جائے، ایسا وقت ہاتھ نہ آئیگا، ابھی روک لے بیعت کرلیں تو خیر، ورنہ گردن مار دے۔ یہ سن کر امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ابن الزرقاء! تُو یا وہ، کیا مجھے قتل کرسکتا ہے؟ خدا کی قسم! تُو نے جھوٹ کہا اور پاجی پن کی بات کی۔ یہ فرما کر واپس تشریف لائے۔

مروان نے ولید سے کہا: خدا کی قسم! اب ایسا موقع نہ ملے گا۔ ولید بولا: مجھے پسند نہیں کہ بیعت نہ کرنے پر حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کروں، مجھے تمام جہاں کے ملک و مال کے بدلے میں بھی حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قتل منظور نہیں، میرے نزدیک حسین رضی اللہ عنہ کے خون کا جس شخص سے مطالبہ ہوگا وہ قیامت کے دِن خدائے قہار کے سامنے ہلکی تول والا ہے۔ مروان نے منافقانہ طور پر کہہ دیا: تُو نے ٹھیک کہا۔ (الکامل فی التاریخ، ذکر بیعت یزید، ج ۳، ص ۳۷۷ ملخصا)

دوبارہ آدمی آیا، فرمایا: صبح ہونے دو۔ اور قصد فرمالیا کہ رات میں مکہ کے اِرادے سے مع اہل وعیال سفر فرمایا جائے گا۔

یہ رات امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے جدِ کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کے روضۂ منورہ میں گزاری کہ آخر تو فراق کی ٹھہرتی ہے، چلتے وقت تو اپنے جدِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مقدس گود سے لپٹ لیں پھر خدا جانے زندگی میں ایسا وقت ملے یا نہ ملے۔ امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ آرام میں تھے کہ خواب دیکھا، حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں اور امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کلیجے سے لگا کر فرماتے ہیں: حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! وہ وقت قریب آتا ہے کہ تم پیاسے شہید کیے جاؤ اور جنت میں شہیدوں کے بڑے درجے ہیں۔ یہ دیکھ کر آنکھ کھل گئی، اٹھے اور روضۂ اقدس کے سامنے رُخصت ہونے کو حاضر ہوئے۔

مسلمانو! حیاتِ دنیاوی میں امام کی یہ حاضری پچھلی حاضری ہے، صلوٰۃ وسلام عرض کرنے کے بعد سر جھکا کر کھڑے ہوگئے ہیں، غمِ فراق کلیجے میں چٹکیاں لے رہا ہے، آنکھوں سے لگاتار آنسو جاری ہیں، رِقت کے جوش نے جسمِ مبارک میں رعشہ پیدا کردیتا ہے، بے قراریوں نے محشر برپا کر رکھا ہے، دِل کہتا ہے سر جائے، مگر یہاں سے قدم نہ اٹھایئے، صبح کے کھٹکے کا تقاضا ہے جلد تشریف لے جایئے، دو قدم جاتے ہیں اور پھر پلٹ آتے ہیں۔ حبِ وطن قدموں پر لوٹتی ہے کہ کہاں جاتے ہو؟ غربت دامن کھینچتی ہے کیوں دیر لگاتے ہو؟ شوق کی تمنا ہے کہ عمر بھر نہ جائیں، مجبوریوں کا تقاضا ہے دم بھر نہ ٹھہرنے پائیں۔

شعبان کی چوتھی رات کے تین پہر گزر چکے ہیں اور پچھلے پہر کے نرم نرم جھونکے سونے والوں کو تھپک تھپک کر سلا رہے ہیں، ستاروں کے سنہرے رنگ میں کچھ کچھ سپیدی ظاہر ہو چلی ہے، اندھیری رات کی تاریکی اپنا دامن سمیٹنا چاہتی ہے تمام شہر میں سناٹا ہے، نہ کسی بولنے والے کی آواز کان تک پہنچتی ہے، نہ کسی چلنے والے کی پہچل سنائی دیتی ہے، شہر بھر کے دروازے بند ہیں، ہاں خاندانِ نبوت کے مکانوں میں اس وقت جاگ ہو رہی ہے اور سامانِ سفر دُرست کیا جارہا ہے، ضرورت کی چیزیں باہر نکالی گئی ہیں، سواریاں دروازوں پر تیار کھڑی ہیں، محمل کس گئے ہیں، پردے کا انتظام ہوچکا ہے، ادھر امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹے، بھائی، بھتیجے، گھر والے سوار ہو رہے ہیں ادھر امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد نبوی علیٰ صاحبہ الصلوٰۃ والسلام سے باہر تشریف لائے ہیں، محرابوں نے سر جھکا کر تسلیم کی، میناروں نے کھڑے ہو کر تعظیم دی، قافلہ سالار کے تشریف لاتے ہی نبی زادوں کا قافلہ روانہ ہوگیا ہے۔

مدینہ میں اہلِ بیت رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے حضرت صغریٰ امامِ مظلوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی اور جناب محمد بن حنفیہ مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹے باقی رہ گئے۔

اللہ اکبر! ایک وہ دِن تھا کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کافروں کی ایذا دہی اور تکلیف رسانی کی وجہ سے مکہ معظّمہ سے ہجرت فرمائی۔ مدینہ والوں نے جب یہ خبر سنی، دِلوں میں مسرت آمیز اُمنگوں نے جوش مارا اور آنکھوں میں شادیٔ عید کا نقشہ کھنچ گیا، آمد آمد کا انتظار لوگوں کو آبادی سے نکال کر پہاڑوں پر لے جاتا، منتظر آنکھیں مکہ کی راہ کو جہاں تک ان کی نظر پہنچتی ٹکٹکی باندھ کر تکتیں اور مشتاق دل ہر آنے والے کو دُور سے دیکھ کر چونک پڑتے، جب آفتاب گرم ہو جاتا، گھروں پر واپس آتے۔ اسی کیفیت میں کئی دِن گزر گئے، ایک دن اور روز کی طرح وقت بے وقت ہو گیا تھا اور انتظار کی حسرتوں کو سمجھاتے، تمناؤں کو تسکین دیتے پلٹ چکے تھے کہ ایک یہودی نے بلندی سے آواز دی: اے راہ دیکھنے والو، پلٹو! تمہارا مقصود بر آیا اور تمہارا مطلب پورا ہوا۔ اس صدا کے سنتے ہی وہ آنکھیں جن پر ابھی حسرت آمیز حیرت چھا گئی تھی، اشکِ شادی برسا چلیں، وہ دل جو مایوسی سے مرجھا گئے تھے، تازگی کے ساتھ جوش مارنے لگے، بے قرارانہ پیشوائی کو بڑھے، پروانہ وار قربان ہوتے آبادی تک لائے، اب کیا تھی خوشی کی گھڑی آئی، منہ مانگی مراد پائی، گھر گھر سے نغماتِ شادی کی آوازیں بلند ہوئیں، پردہ نشین لڑکیاں دف بجاتی، خوشی کے لہجوں میں مبارک باد کے گیت گاتی نکل آئیں:

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا مِنْ ثَنِيَّاتِ الْوَدَاعِ

وَجَبَ الشُّكْرُ عَلَيْنَا مَا دَعَا لِلّٰهِ دَاعِ

یعنی وداع کے ٹیلوں سے ہم پر ایک چاند طلوع ہوا جب تک کوئی بلانے والا اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتا رہے گا ہم پر اس (چاند) کا شکر واجب ہے۔

بنی نجار کی لڑکیاں گلی کوچوں میں اس شعر سے اظہارِ مسرت کرتی ہوئی ظاہر ہوئیں:

نَحْنُ جَوَارٍ مِنْ بَنِی النَّجَّارِ يَا حَبَّذَا مُحَمَّدٌ مِنْ جَار

یعنی ہم قبیلہ بنی نجار کی بچیاں ہیں حضرت سیّدنا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیسے اچھے پڑوسی ہیں۔

غرض مسرت کا جوش تھا، در و دیوار سے خوشی ٹپکی پڑتی تھی، ایک آج کا دن ہے کہ امام مظلوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مدینہ چھوٹتا ہے، مدینہ ہی نہیں بلکہ دنیا کی سب راحتیں، تمام آسائشیں، ایک ایک کر کے رُخصت ہوتی اور خیر باد کہتی ہیں۔ یہ سب درکنار، ناز اُٹھانے والی ماں کا پڑوس، ماں جائے بھائی کا ہمسایہ اور سب سے بڑھ کا امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اپنا بیٹا قربان کر دینے والے جدِ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا قرب، کیا یہ ایسی چیزیں ہیں جن کی طرف سے آسانی کے ساتھ آنکھیں پھیر لی جائیں؟

آسانی سے آنکھیں پھیرنی کیسی! اگر امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مدینہ نہ چھوڑنے پر قتل کر دیا جاتا تو قتل ہونا منظور فرماتے اور مدینہ سے پاؤں باہر نہ نکالتے، مگر اس مجبوری کا کیا علاج کہ امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ناقہ کو قضا، مہار پکڑے اس میدان کی جانب لئے جاتی ہے، جہاں قسمت نے پردیسیوں کے قتل ہونے، پیاسوں کے شہید کئے جانے کا سامان جمع کیا ہے۔ مدینے کی زمین جس پر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھٹنوں چلے، جس نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بچپن کی بہاریں دیکھیں، جس پر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جوانی کی کرامتیں ظاہر ہوئیں، اپنے سر پر خاکِ حسرت ڈالتی اور پردیس جانے والے کے پیارے پیارے نازک پاؤں سے لپٹ لپٹ کر زبانِ حال سے عرض کر رہی ہے کہ اے فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی گود کے سنگھار! کلیجے کی ٹھنڈک! زندگی کی بہار! کہاں کا اِرادہ فرمادیا؟ وہ کون سی سرزمین ہے جسے یہ عزّت والے پاؤں جو میری آنکھوں کے تارے ہیں، شرف بخشنے کا قصد فرماتے ہیں؟

اے تماشا گاہ عالم روئے تو　　　تو کجا بہر تماشا مے روی

(یعنی آپ نظارہ کیلئے کہاں جارہے ہیں جبکہ دنیا کی نگاہیں آپ کے روئے انور پر مرتکز ہیں۔)

جسقدر یہ برکت والا قافلہ نگاہ سے دُور ہوتا جاتا ہے اسی قدر پیچھے رہ جانے والی پہاڑیاں اور مسجدِ نبوی علیٰ صاحبہ الصّلوٰۃ والسّلام کے منارے سر اٹھا اٹھا کر دیکھنے کی خواہش زِیادہ ظاہر کرتے ہیں یہاں تک کہ جانے والے نگاہوں سے غائب ہوگئے اور مدینہ کی آبادی پر حسرت بھرا سناٹا چھا گیا۔

اللھم صل علی سیدنا و مولانا محمد و علیٰ الہ و اصحابه اجمعین

راستے میں عبداللہ بن مطیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ ملے، عرض کی: کہاں کا قصد فرمالیا؟ فرمایا: فی الحال مکہ کا۔ عرض کی: کوفے کا عزم نہ فرمایا جائے وہ بڑا بے ڈھنگا شہر ہے، وہاں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والدِ ماجد رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہوئے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دغا کی گئی، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکے کے سوا کہیں کا اِرادہ نہ فرمائیں، اگر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہوجائیں گے تو خدا کی قسم! ہمارا ٹھکانہ نہ لگا رہے گا، ہم سب غلام بنا لئے جائیں گے۔ بالآخر حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکہ پہنچ کر ساتویں ذی الحجہ تک امن وامان کے ساتھ قیام فرما رہے۔ (الکامل فی التاریخ، ذکر الخبر عن مراسلۃ الکوفیین۔۔۔الخ، ج۳، ص۳۸۱)

کوفیوں کی طرف سے فریاد و جھوٹے وعدے اور امامِ مسلم کی شہادت

جب اہلِ کوفہ کو یزید خبیث کی تخت نشینی اور امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیعت طلب کئے جانے اور امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مدینہ چھوڑ کر مکے تشریف لے آنے کی خبر پہنچی ،فریب دہی و عیاری کی پرانی روش یاد آئی۔ سلیمان بن صرد خزاعی کے مکان پر جمع ہوئے، ہم مشورہ ہو کر امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عرضی لکھی کہ تشریف لایئے اور ہم کو یزید کے ظلم سے بچایئے۔ ڈیڑھ سو عرضیاں جمع ہو جانے پر امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تحریر فرمایا کہ...... اپنے معتمد چچازاد بھائی مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجتا ہوں، اگر یہ تمہارا معاملہ ٹھیک دیکھ کر اِطلاع دیں گے تو ہم جلد تشریف لائیں گے۔

حضرت مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوفہ پہنچے، ادھر کوفیوں نے امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کرنے اور امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مدد دینے کا وعدہ کیا، بلکہ اٹھارہ ہزار داخلِ بیعت بھی ہو گئے اور حضرت مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہاں تک باتوں میں لے کر اطمینان دلایا کہ انہوں نے امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تشریف لانے کی نسبت لکھا۔

ادھر یزید پلید کو کوفیوں نے خبر دی کہ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجا ہے۔ کوفہ کے حاکم نعمان بن بشیر ان کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرتے ہیں، کوفہ کا بھلا منظور ہے تو اپنی طرح کوئی زبردست ظالم بھیج۔

اس نے عبد اللہ ابن زیاد کو حاکم بنا کر روانہ کیا اور کہا کہ مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کرے یا کوفہ سے نکال دے۔ جب یہ مردک کوفہ پہنچا، امام رضی اللہ عنہ کے ہمراہ اٹھارہ ہزار کی جماعت پائی، امیروں کو دھمکانے پر مقرر کیا، کسی کو دھمکی دی، کسی کو لالچ سے توڑا۔ یہاں تک کہ تھوڑی دیر میں امام مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس صِرف تیس آدمی رہ گئے۔ مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ دیکھ کر مسجد سے باہر نکلے کہ کہیں پناہ لیں۔ جب دروازہ سے باہر آئے، ایک بھی ساتھ نہ تھا۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون

آخر ایک گھر میں پناہ لی۔ ابن زیاد نے یہ خبر پا کر فوج بھیجی، جب امام مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آوازیں پہنچیں، تلوار لے کر اٹھے اور ان روباہ منشوں کو مکان سے باہر نکال دیا، کچھ دیر بعد پھر جمع ہو کر آئے، شیرِ خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھتیجا رضی اللہ تعالیٰ عنہ پھر تیغ کف اٹھا اور آن کی آن میں ان شغالوں کو پریشان کر دیا، کئی بار ایسا ہی ہوا جب ان نامردوں کا اس اکیلئے مردِ خدا پر کچھ بس نہ چلا، مجبور ہو کر چھتوں پر چڑھ گئے، پتھر اور آگ کے لوکے پھینکنے شروع کئے۔ شیرِ مظلوم کا تن ان ظالموں کے پتھروں سے خونا خون تھا، مگر وہ تیغ بر کف و کف برلب حملہ فرماتا باہر نکلا اور راہ میں جو گروہ کھڑے تھے ان پر عقابِ عذاب کی طرح ٹوٹا۔ جب یہ حالت دیکھی، ابن اشعث نے کہا کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیلئے امان ہے، نہ آپ قتل کئے جائیں، نہ کوئی گستاخی ہو۔ مسلم مظلوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھک کر دیوار سے پیٹھ لگا کر بیٹھ گئے، خچر سواری کیلئے حاضر ہوا، اس پر سوار کئے گئے، ایک نے تلوار حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ سے لے لی، فرمایا: یہ پہلا مکر ہے۔ ابن اشعث نے کہا: کچھ خوف نہ کیجئے۔ فرمایا: وہ امان کدھر گئی۔ پھر رونے لگے۔

ایک شخص بولا: تم جیسا بہادر اور روئے! فرمایا: اپنے لئے نہیں روتا ہوں، رونا حسین اور آلِ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ہے کہ وہ تمہارے اطمینان پر آتے ہوں گے اور انہیں اس مکر و بدعہدی کی خبر نہیں۔ پھر ابن اشعث سے فرمایا: میں دیکھتا ہوں کہ تم مجھے پناہ دینے سے عاجز رہو گے اور تمہاری امان کام نہ دے گی، اگر ہو سکے تو اتنا کرو کہ اپنے پاس سے کوئی آدمی حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بھیج کر میرے حال کی اطلاع دے دو کہ وہ واپس جائیں اور کوفیوں کے فریب میں نہ آئیں۔

جب مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابن زیاد بدنہاد کے پاس لائے گئے، ابن اشعث نے کہا: میں انہیں امان دے چکا ہوں۔ وہ خبیث بولا: تجھے امان دینے سے کیا تعلق؟ ہم نے تجھے ان کے لانے کو بھیجا تھا نہ کہ امان دینے کو۔ ابن اشعث چپ رہے، مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس شدتِ محنت اور زخموں کی کثرت میں پیاسے تھے۔ ٹھنڈے پانی کا ایک گھڑا دیکھا، فرمایا: مجھے اس میں سے پلا دو۔ ابن عمرو باہلی بولا: دیکھتے ہو کیسا ٹھنڈا ہے، تم اس میں سے ایک بوند نہ چکھنے پاؤ گے، یہاں تک کہ (معاذ اللہ) جہنم میں آبِ گرم پیو۔ امام مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: او سنگ دِل! درشت خو! آب حمیم و نارِ جحیم کا تو مستحق ہے۔ پھر عمارہ بن عقبہ کو ترس آیا، ٹھنڈا پانی منگا کر پیش کیا، امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پینا چاہا، پیالہ خون سے بھر گیا، تین بار ایسا ہی ہوا، فرمایا: خدا کو ہی منظور نہیں۔

جب ابن زیاد بدنہاد کے سامنے گئے، اسے سلام نہ کیا وہ بھڑکا اور کہا: تم ضرور قتل کیے جاؤ گے۔ فرمایا: تو مجھے وصیت کر لینے دے۔ اس نے اجازت دی۔ مسلم مظلوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عمرو بن سعد سے فرمایا: مجھ میں تجھ میں قرابت ہے اور مجھے تجھ سے ایک پوشیدہ حاجت ہے۔ اس سنگدل نے کہا میں سننا نہیں چاہتا۔ ابن زیاد بولا: سن لے کہ یہ تیرے چچا کی اولاد ہیں۔ وہ الگ لے گیا، فرمایا: کوفہ میں، میں نے سات سو دِرہم قرض لئے ہیں وہ ادا کر دینا اور بعد قتل میرا جنازہ ابن زیاد سے لیکر دفن کرا دینا اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس کسی کو بھیج کر منع کرا بھیجنا۔ ابن سعد نے ابنِ زیاد سے یہ سب باتیں بیان کر دیں۔ وہ بولا، کبھی خیانت کرنے والے کو بھی امانت سپرد کی جاتی ہے۔ یعنی انہوں نے پوشیدہ رکھنے کو فرمایا، تو نے ظاہر کر دیں، اپنے مال کا تجھے اختیار ہے جو چاہے کر اور حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اگر ہمارا قصد نہ کریں گے، ہم ان کا نہ کریں گے، ورنہ ہم ان سے باز نہ رہیں گے، رہا مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جنازہ، اس میں ہم تیری سفارش سننے والے نہیں۔ پھر حکم پا کر جلاد ظالم انہیں بالائے قصر لے گیا، امام مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ برابر تسبیح و اِستغفار میں مشغول تھے یہاں تک کہ شہید کئے گئے اور ان کا سر مبارک یزید کے پاس بھیجا گیا۔ (الکامل فی التاریخ، دعوۃ اہل الکوفۃ۔۔۔ الخ، ج ۳ ص ۳۹۵-۳۹۷)

امام الشہداء رضی اللہ تعالٰی عنہ کی جانب کربلا روانگی

پائی نہ تیغِ عشق سے ہم نے کہیں پناہ　　قربِ حرم میں بھی تو ہیں قربانیوں میں ہم

۶۰ھ کا پچھلا مہینہ ہے اور حج کا زمانہ، دنیا کے دُور دراز حصوں سے لاکھوں مسلمان وطن چھوڑ کر عزیزوں سے منہ موڑ کر اپنے ربّ جل جلالہ کے مقدس اور برگزیدہ گھر کی زیارت سے مشرف ہونے حاضر آئے ہیں، دلوں میں فرحت نے ایک جوش پیدا کر دیا ہے اور سینوں میں سرور لہریں لے رہا ہے کہ یہی ایک رات بیچ میں ہے صبح نویں تاریخ ہے اور مہینوں کی محنت وصول ہونے، مدتوں کے ارمان نکلنے کا مبارک دِن ہے۔ مسلمان خانہ کعبہ کے گرد پھر پھر کر نثار ہو رہے ہیں، مکہ معظمہ میں ہر وقت کی چہل پہل نے دن کو روزِ عید اور رات کو شبِ برأت کا آئینہ بنا دیا ہے۔ کعبہ کا دلکش بناؤ، کچھ ایسی دل آویز اداؤں کا سامان اپنے ساتھ لئے ہوئے ہے کہ لاکھوں کے جمگھٹ میں جسے دیکھئے شوق بھری نگاہوں سے اسی کی طرف دیکھ رہا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ سیاہ پردے کی چلمن سے کسی محبوب دلنواز کی پیاری پیاری تجلیاں چھن چھن کر نکل رہی ہیں، جنکی ہوش ربا تاثیروں، دلکش کیفیتوں نے یہ مجلس آرائیاں کی ہیں۔ عاشقانِ دلدادہ فرقت کی مصیبتیں، جدائی کی کیفیتیں جھیل کر جب خوش قسمتی سے اپنے پیارے محبوب کے آستانہ پر حاضری کا موقعہ پاتے ہیں، ادب وشوق کی الجھن، مسرت آمیز بے قراری کی خوش آئند تصویر ان کی آنکھوں کے سامنے کھینچ دیتی ہے اور وہ اپنی چمکتی ہوئی تقدیر پر طرح طرح سے ناز کرتے اور بے اختیار کہہ اٹھتے ہیں:

مقامِ وجد ہے اے دل کہ کوئے یار میں آئے
بڑے دربار میں پہنچے بڑی سرکار میں آئے

غرض آج کا یہ دھوم دھامی جلسہ جو ایک غرض مشترک کے ساتھ اپنے محبوب کے دردولت پر حاضر ہے، اپنی بھر پور کامیابی پر انتہا سے زیادہ مسرت ظاہر کر رہا ہے۔ مگر امامِ مظلوم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے مقدس چہرے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کسی خاص وجہ سے اس مجمع میں شریک نہیں رہ سکتے یا ان کے سامنے سے کسی نے پردہ اٹھا کر کچھ ایسا عالم دکھا دیا ہے کہ ان کی مقدس نگاہ کو اس مبارک منظر کی طرف دیکھنے اور ادھر متوجہ ہونے کی فرصت ہی نہیں اور اگر کسی وقت حاجیوں کے جماؤ کی طرف حسرت سے دیکھتے اور حجِ نفل کے فوت ہونے پر اظہار افسوس بھی کرتے ہیں، تو تقدیر، زبانِ حال سے کہہ اٹھتی ہے کہ حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ! تم غمگین نہ ہو اگر اس سال حج نہ کرنے کا افسوس ہے تو میں نے تمہارے لئے حجِ اکبر کا سامان مہیا کیا ہے اور کمر شوق پر دامنِ ہمت کا مبارک احرام چست باندھو، اگر حاجیوں کی سعی کیلئے مکہ کا ایک نالہ مقرر کیا گیا ہے تو تمہارے لئے مکے سے کربلا تک وسیع میدان موجود ہے۔ حاجی اگر زمزم کا پانی پئیں تو تمہیں تین دن پیاسا رکھ کر شربتِ دیدار پلایا جائے گا کہ پیو تو خوب سیراب ہو کر پیو،

حاجی بقرہ عید کی دسویں کو مکہ میں جانوروں کی قربانیاں کریں گے، تو تم محرم کی دسویں کو کربلا کے میدان میں اپنی گود کے پالوں کو خاک وخون میں تڑپتا دیکھو گے، حاجیوں نے مکہ کی راہ میں مال صَرف کیا ہے، تم کربلا کے میدان میں اپنی جان اور عمر بھر کی کمائی لٹا دو گے، حاجیوں کیلئے مکہ میں تاجروں نے بازار کھولا ہے، تم فرات کے کنارے دوست کی خاطر اپنی دکانیں کھولو گے۔ یہاں تاجر مال فروخت کرتے ہیں، وہاں تم جانیں بیچو گے، یہاں حاجی خرید وفروخت کو آتے ہیں، تمہاری دکانوں پر تمہارا دوست جلوہ فرمائے گا، جو پہلے ہی ارشاد کر چکا ہے:

اِنّ اللّٰہ اشتری مِن المؤمنین اَنفسھم وَ اَموالھم بانَّ لھم الجنَّۃ (پ۱۱، التوبۃ:۱۱۱)

ترجمۂ کنزالایمان : بیشک اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے ان کے مال اور جان خرید لئے ہیں اس بدلے پر کہ ان کیلئے جنّت ہے۔

غرض ان کیفیتوں نے کچھ ایسا ازخود رفتہ بنا دیا ہے کہ امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بقرہ عید کی آٹھویں تاریخ کوفے کا قصد فرمالیا جب یہ خبر مشہور ہوئی تو عمر بن عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس اِرادے کے خلاف کیا اور جانے سے مانع آئے، فرمایا: جو ہوئی ہے، ہو کر رہے گی۔ عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے نہایت عاجزی سے روکنا چاہا اور عرض کی: کچھ دِنوں تامل فرمایئے اور انتظار کیجئے، اگر کوفی ابنِ زیاد کو قتل کردیں اور دشمنوں کو باہر کریں تو جانئے کہ نیک نیتی سے بلاتے ہیں اور اگر وہ ان پر قابض اور دشمن موجود ہیں ہرگز وہ حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھلائی کی طرف نہیں بلاتے، میں اندیشہ کرتا ہوں کہ یہ بلانے والے ہی مقابل آئیں گے۔ فرمایا: میں استخارہ کروں گا۔ عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما پھر آئے اور کہا: بھائی صبر کرنا چاہتا ہوں مگر صبر نہیں آتا، مجھے اس روانگی میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شہید ہونے کا اندیشہ ہے، عراقی بدعہد ہیں، انہوں نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے باپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کیا، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ساتھ نہ دیا، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اہلِ عرب کے سردار ہیں، عرب ہی میں قیام رکھئے یا عراقیوں کو لکھئے کہ وہ ابنِ زیاد کو نکال دیں، اگر ایسا ہو جائے تشریف لے جایئے اور اگر تشریف ہی لے جانا ہے تو یمن کا قصد فرمایئے کہ وہاں قلعے ہیں، گھاٹیاں ہیں اور وہ ملک وسیع زمین رکھتا ہے۔ فرمایا: بھائی خدا کی قسم! میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ناصح مشفق جانتا ہوں، مگر میں تو ارادۂ مصمم کر چکا۔ عرض کی: تو بیبیوں اور بچوں کو تو ساتھ نہ لے جایئے۔ یہ بھی منظور نہ ہوا۔

عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہائے پیارے! ہائے پیارے! کہہ کر رونے لگے۔ اسی طرح عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے منع کیا، نہ مانا، انہوں نے پیشانی مبارک پر بوسہ دے کر کہا: اے شہید ہونے والے! میں تمہیں خدا عزّ وجلّ کو سونپتا ہوں۔

یو ہیں عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے روکا، فرمایا: میں نے اپنے والد ماجد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا ہے کہ ایک مینڈھے کے سبب سے مکے کی بے حرمتی کی جائے گی، میں پسند نہیں کرتا کہ وہ مینڈھا میں بنوں۔ جب روانہ ہولئے، راہ میں آپ کے چچازاد بھائی رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضرت عبداللہ ابن جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا خط ملا، لکھا تھا، ذرا ٹھہریئے میں بھی آتا ہوں۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عمرو بن سعید حاکم مکہ سے امامِ مظلوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیلئے ایک خط امان اور واپس بلانے کا مانگا، انہوں نے لکھ دیا اور اپنے بھائی یحییٰ بن سعید کو واپس لانے کیلئے ساتھ کردیا۔ دونوں حاضر آئے اور سر سے پاؤں تک گئے کہ واپس تشریف لے چلیں، مقبول نہ ہوا۔ فرمایا: میں نے رسول اللہ عزّ وجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا ہے اور مجھے ایک حکم دیا گیا ہے، اس کی تعمیل کروں گا، سر جائے خواہ رہے۔ پوچھا: وہ خواب کیا ہے؟ فرمایا: جب تک زِندہ ہوں کسی سے نہ کہوں گا۔ یہ فرما کر روانہ ہوگئے۔ (الکامل فی التاریخ، ذکر مسیر الحسین الی الکوفۃ۔۔۔الخ، ج۳،ص ۳۹۹ ملخصا)

نظم

سب نے عرض کی کہ شہزادۂ حیدر مت جا	اے حسین، ابن علی، سبط پیمبر مت جا
صدمے واں پہنچے علی اور حسن کو کیا کیا	جانا کوفہ کا تو ہرگز نہیں بہتر مت جا
حق نما آئینہ ہے رخ ترا اندھے ہیں وہی	لے کے اندھوں میں یہ آئینہ سکندر مت جا
سنگِ باراں سے بچا جامِ بلوریں اپنا	ایسے لوگوں میں جو پتھر سے ہیں بدتر مت جا
گلِ شادابِ نبی اپنے چمن سے نہ نکل	نازنیں پھول ہے تُو کانٹوں کے اندر مت جا
چلتے ہیں صرصرِ آفات کے مُظلِم جھونکے	شمعِ رُو قلعۂ فانوس سے باہر مت جا
بُوسعید، ابنِ عمر، جابر، و ابنِ عباس	تھا یہی کلمہ سب اصحاب کے لب پر مت جا
بیدلؔ اس شاہ کو مقتل میں قضا لے ہی گئی	کہتے سب رہ گئے اے دین کے سرور مت جا

جب امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائی امام محمد بن حنفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو روانگئ امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خبر پہنچی، طشت میں وضو فرمارہے تھے، اس قدر روئے کہ طشت آنسوؤں سے بھردیا، امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھوڑی دُور پہنچے ہیں کہ فَرزدق شاعر کوفے سے آتے ملے، کوفیوں کا حال پوچھا، عرض کیا: اے رسول اللہ عزّ وجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جگر پارے! ان کے دِل حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ہیں اور ان کی تلواریں بنی امیہ کے ساتھ، قضا آسمان سے اترتی ہے اور خدا جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

ابن زیاد کی جانب سے ناکہ بندی

غرض ادھر تو امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ روانہ ہوئے، ادھر ابن زیاد بد نہاد بانی فساد کو جب یہ خبر پہنچی، قادسیہ سے خفان و کوہ لعلع اور قطقطانہ تک فوج سے ناکہ بندیاں کرادیں اور قیامت تک مسلمانوں کے دلوں کو گھائل کرنے اور کلیجوں میں گھاؤ ڈالنے کی بنیاد ڈال دی۔
امام مظلوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قیس بن مسہر کو اپنی تشریف آوری کی اِطلاع دینے کوفے بھیجا، جب یہ مرحوم قادسیہ پہنچے، ابن زیاد کے سپاہی گرفتار کرکے اس خبیث کے پاس لے گئے۔ اس مردود نے کہا: اگر جان کی خیر چاہتو ہو تو چھت پر چڑھ کر حسین کو گالیاں دو۔
یہ سن کروہ خاندانِ نبوت کا فدائی اہلِ بیتِ رسالت کا شیدائی چھت پر گیا اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد بلند آواز سے کہنے لگا: حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ آج تمام جہان سے افضل ہیں، رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صاحبزادی فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے کلیجے کے ٹکڑے ہیں، مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھوں کے نور، دِل کے سرور ہیں، میں ان کا قاصد ہوں، ان کا حکم مانو اور ان کی اطاعت کرو، پھر کہا: ابنِ زیاد اور اس کے باپ پر لعنت ۔ آخر کار اس مردک نے جل کر حکم دیا کہ چھت سے گرا کر شہید کئے جائیں۔ (الکامل فی التاریخ، ذکر مسیر الحسین الی الکوفۃ، ج۳، ص۴۰۲)

اس وقت بادۂ الفت کے متوالے کا بے قرار دل، امامِ عرش مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف منہ کئے التجا کے لہجے میں عرض کررہا ہے:

بجرم عشق توام مے کشند غوغا ئیست | تو نیز برسر بام آکہ خوش تماشائیست

(یعنی تیرے عشق کے جرم میں مجھے قتل کررہے ہیں اس لئے شور وغوغا ہے تو بھی چھت پر آکے دیکھ بہت خوبصورت نظارہ ہے۔)

زہیر بن قین بجلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی معیت

امام مظلوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ آگے بڑھے تو راہ میں زہیر بن قین بجلی رضی اللہ عنہ ملے، وہ حج سے واپس آتے تھے اور مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کچھ کدورت رکھتے تھے۔ دن بھر امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ رہتے، رات کو علیحدہ ٹھہرتے۔ ایک روز امام نے بلا بھیجا، بکراہت آئے، خداعزوجل جانے کیا فرمادیا اور کس ادا سے دل چھین لیا کہ اب جو وہ واپس آئے تو اپنا اسباب امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسباب میں رکھ دیا اور ساتھیوں سے کہا: جو میرے ساتھ رہنا چاہے رہے ورنہ یہ ملاقات پچھلی ملاقات ہے، پھر اپنا سامان لے آنے اور امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ہوجانے کا سبب بیان کیا کہ شہر بلنجر پر ہم نے جہاد کیا، وہ فتح ہوا، کثیر غنیمتوں کے ملنے پر ہم بہت خوش ہوئے۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: جب تم جوانانِ آلِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم و رضی اللہ عنہم کے سردار کو پاؤ تو ان کیساتھ دشمن سے لڑنے پر اس سے زیادہ خوش ہونا۔ اب وہ وقت آگیا، میں تم سب کو سپرد بخدا کرتا ہوں، پھر اپنی بی بی کو طلاق دے کر کہا: گھر جاؤ، میں نہیں چاہتا کہ میرے سبب سے تم کو کوئی نقصان پہنچے۔ (الکامل فی التاریخ، ذکر مسیر الحسین الی الکوفۃ، ج۳، ص۴۰۳)

خداعزوجل جانے ان اچھی صورت والوں کی اداؤں میں کس قیامت کی کشش رکھی گئی ہے، یہ جسے ایک نظر دیکھ لیتے ہیں، وہ ہرطرف سے ٹوٹ کرانہیں کا ہو رہتا ہے۔ پھر یاروں سے یاری رہتی ہے نہ زن وفرزند کی پاسداری۔ آخر یہ وہی زہیر تو ہیں جومولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کدورت رکھتے اور رات کوامام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے علیحدہ ٹھہرتے تھے، یہ انہیں کیا ہوگیا؟ اور کس کی ادا نے باز رکھا جو عزیزوں کا ساتھ چھوڑ، عورت کو طلاق دینے پر مجبور ہوکر بے کسی سے جان دینے اور مصیبتیں جھیل کر شہید ہونے کو آمادہ ہوگئے۔

امام مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی خبر

اب یہ قافلہ اور بڑھا تو ابن اشعث کا بھیجا ہوا آدمی ملا، جو حضرت مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وصیت پر عمل کرنے کی غرض سے بھیجا گیا تھا، اس سے حضرت مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی خبر معلوم ہونے پر بعض ساتھیوں نے امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قسم دی کہ یہیں سے پلٹ چلیے۔ مسلم شہید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عزیزوں نے کہا: ہم کسی طرح نہیں پلٹ سکتے، یا خونِ ناحق کا بدلہ لیں گے یا مسلم مرحوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جاملیں گے۔ امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: تمہارے بعد زندگی بے کار ہے۔ پھر جو لوگ راہ میں ساتھ ہولئے تھے ان سے ارشاد کیا: کوفیوں نے ہمیں چھوڑ دیا، اب جس کے جی میں آئے پلٹ جائے، ہمیں کچھ ناگوار نہ ہوگا۔ یہ اس غرض سے فرمادیا کہ لوگ یہ سمجھ کر ہمراہ ہوئے تھے کہ امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایسی جگہ تشریف لیجاتے ہیں جہاں کے لوگ داخلِ بیعت ہوچکے ہیں، یہ سن کر سوا ان چند بندگانِ خدا کے جو مکہ معظمہ سے ہم رکاب سعادت مآب تھے، سب اپنی اپنی راہ گئے۔

پھر ایک عربی ملے، عرض کی کہ اب تیغ وسناں پر جانا ہے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قسم ہے واپس جایئے۔ فرمایا: جو خدا چاہتا ہے ہوکر رہتا ہے۔ (الکامل فی التاریخ، ذکر مسیر الحسین الی الکوفۃ، ج۳، ص۴۰۳ ملخصا)

حضرت حُرّ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آمد

اب امامِ عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ موضع شراف سے آگے بڑھتے ہیں۔ یہ دوپہر کا وقت ہے، یکا یک ایک صاحب نے بلند آواز سے اللہ اکبر کہا، فرمایا: کیا ہے؟ کہا: کھجور کے درخت نظر آتے ہیں۔ قبیلہ بنی اسد کے دوشخصوں نے کہا: اس زمین میں کھجور کبھی نہ تھے۔ فرمایا: پھر کیا ہے؟ عرض کی: سوار معلوم ہوتے ہیں۔ فرمایا: میرا بھی یہی خیال ہے، اچھا تو یہاں کوئی پناہ کی جگہ ہے کہ اسے ہم اپنی پشت پر لیکر اطمینان کے ساتھ دشمن سے مقابلہ کرسکیں۔ کہا: ہاں! کوہ ذوحسم، اگر حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان سے پہلے اس تک پہنچ گئے۔ یہ باتیں ہورہی تھیں کہ سوار نظر آئے اور امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سبقت فرما کر پہاڑ کے پاس ہولئے، جب وہ اور قریب آئے تو معلوم ہوا کہ حر ہیں جو ایک ہزار سواروں پر افسر بنا کر امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ابن زیاد بدنہاد کے پاس لے جانے کیلئے بھیجے گئے ہیں، اس ٹھیک دوپہر میں اصحابِ امام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے سامنے اُترے۔ مالکِ کوثر کے بیٹے رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حکم دیا کہ انہیں اور ان کے گھوڑوں کو پانی پلاؤ۔ ہمراہیانِ امام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے پانی پلایا۔

جب ظہر کا وقت ہوا، امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مؤذن کو اذان کا حکم دیا، پھر ان لوگوں سے فرمایا: تمہاری طرف میرا آنا اپنی مرضی سے نہ ہوا، تم نے خط اور قاصد بھیج بھیج کر بلایا، اب اگر اطمینان کا اقرار کرو، تو میں تمہارے شہر کو چلوں ورنہ واپس جاؤں۔ کسی نے جواب نہ دیا اور مؤذن سے کہا: تکبیر کہو۔ امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حر سے فرمایا: اپنے ساتھیوں کو تم نماز پڑھاؤ گے؟ کہا: نہیں، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پڑھائیں اور ہم سب مقتدی ہوں گے۔ بعدِ نماز حر اپنے مقام پر گئے۔ امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اللہ تعالیٰ کی تعریف کے بعد ان لوگوں سے ارشاد کیا: اگر تم اللہ عزّ وجل سے ڈرو اور حق کو اس کے اہل کیلئے پہچانو، تو خدا تعالیٰ کی رضامندی اسی میں ہے کہ ہم اہلِ بیت ان ظالموں کے مقابلہ میں اولی الامر ہونے کے مستحق ہیں، بایں ہمہ اگر تم ہمیں ناپسند کرو اور ہمارا حق نہ پہچانو اور اپنے خطوں اور قاصدوں کے خلاف ہمارے بارے میں رائے رکھنا چاہو تو میں واپس جاؤں۔

حر نے عرض کی: واللہ! ہم نہیں جانتے کیسے خط اور کیسے قاصد؟ امام نے دو خرجیاں بھرے ہوئے خط نکال کر سامنے ڈال دیئے۔ حر نے کہا: میں خط بھیجنے والوں میں نہیں۔ مجھے تو یہ حکم دیا گیا ہے کہ جب آپ کو پاؤں تو کوفہ، ابن زیاد کے پاس پہنچاؤں۔ فرمایا: تیری موت نزدیک ہے اور یہ اِرادہ دُور۔ پھر ہمراہیوں کو حکم دیا کہ واپس چلیں۔ حر نے روکا، فرمایا: تیری ماں تجھے روئے کیا چاہتا ہے؟ کہا: سنئے! خدا کی قسم! آپ کے سوا تمام عرب میں کوئی اور یہ بات کہتا تو میں اس کی ماں کو برابر سے کہتا۔ کسے باشد، مگر واللہ! آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ماں رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نامِ پاک تو میں ایسے موقع پر لے ہی نہیں سکتا۔ فرمایا: آخر مطلب کیا ہے؟ عرض کی: ابن زیاد کے پاس حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لے چلنا۔ فرمایا: تو خدا کی قسم! میں تیرے ساتھ نہ چلوں گا۔ کہا: تو خدا کی قسم! آپ کو نہ چھوڑوں گا۔

جب بات بڑھی اور حر نے دیکھا امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ یوں راضی نہ ہوں گے اور کسی گستاخی کی نسبت ان کے ایمان نے اجازت نہ دی تو یہ عرض کی کہ میں دن بھر تو حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے علیحدہ ہو نہیں سکتا، ہاں جب شام ہو تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجھ سے عورتوں کی ہمراہی کا عذر فرما کر علیحدہ ٹھہریئے اور رات میں کسی وقت موقع پا کر تشریف لے جایئے، میں ابن زیاد کو کچھ لکھ بھیجوں گا۔ شاید اللہ تعالیٰ کوئی وہ صورت کرے کہ میں کسی معاملہ میں مبتلا ہونے کی جرأت نہ کرسکوں۔ (الکامل فی التاریخ، ثم دخلت سنۃ احدی و ستین۔۔۔ الخ، ج ۳، ص ۴۰۷ ملخصاً)

کوفیوں کی بے وفائی اور قیس بن مسہر کی شہادت کی خبر

جب عذیب الہجانات پہنچے، کوفے سے چار شخص آتے ملے، حال پوچھا، مجمع بن عبیداللہ عامری نے عرض کی: شہر کے رئیسوں کو بھاری رِشوتوں سے توڑ لیا گیا اوران کی تھیلیوں کو روپوں اشرفیوں سے بھر دیا گیا ہے وہ تو ایک زبان حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مخالف ہوگئے۔ رہے عوام ان کے دِل حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جانب جھکتے ہیں اور کل انہیں کی تلواریں حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر کھنچیں گی۔

فرمایا: میرے قاصد قیس کا کیا حال ہے؟ کہا: قتل کیے گئے۔ امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ بے اختیار رو پڑے اور فرمایا: کوئی اپنی منت پوری کر چکا اور کوئی انتظار میں ہے، الٰہی عزّ وجل! ہمیں اور انہیں جنّت میں جمع فرما۔

طرماح بن عدی نے عرض کی: آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ گنتی کے آدمی ہیں اگر حر کی جماعت ہی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لڑے تو کفایت کر سکتی ہے، نہ کہ وہ جماعت جو چلنے سے ایک دن پہلے میں نے کوفہ میں دیکھی تھی، جو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف روانگی کیلئے تیار ہے، میں نے اپنی تمام عمر میں اتنی بڑی فوج کبھی نہ دیکھی، میں حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قسم دیتا ہوں کہ اگر ان سے ایک بالشت بھی جدائی کی قدرت ہو تو اسی قدر کیجئے اور اگر وہ جگہ منظور ہو جہاں باذن اللہ تعالیٰ آرام واطمینان سے قیام فرما کر تدبیر فرمایئے تو میرے ساتھ کوہ اجاٗ کی طرف چلئے، واللہ! اس پہاڑ کے سبب سے ہم بادشاہان غسان وحمیر اور نعمان بن المنذر بلکہ عرب وعجم کے سب حملوں سے محفوظ رہے۔ حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ! وہاں ٹھہر کر اجاٗ اور سلمٰی کے رہنے والوں کو فرمان تحریر فرمایئے، خدا کی قسم! دس دِن نہ گزریں گے کہ قومِ طے کے سوار و پیادے حاضر خدمت ہوں گے، پھر جب تک مرضی مبارک ہو ہم میں ٹھہریئے اور اگر پیش قدمی کا قصد ہو تو بنی طے سے بیس ہزار جوان حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ کر دینے کا میرا ذِمّہ ہے، جو حضور کے سامنے تلوار چلائیں گے اور جب تک ان میں کوئی آنکھ پلک مارتی باقی رہے گی حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک دشمن نہ پہنچ سکیں گے۔ ارشاد ہوا: اللہ تعالیٰ تمہیں جزائے خیر دے، ہمارا اور کوفیوں کا کچھ قول ہو گیا ہے جس سے ہم پھر نہیں سکتے۔ یہ فرما کر انہیں رُخصت کیا۔ (المرجع السابق، ص ۳۰۹)

امامِ عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خواب دیکھنا

امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے راہ میں ایک خواب دیکھا، جاگے تو انا للّٰہ وانا الیہ راجعون والحمد للّٰہ رب العالمین کہتے ہوئے اٹھے۔ امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: اے میرے والد! میں آپ پر قربان، کیا بات ملاحظہ فرمائی؟ فرمایا: خواب میں ایک سوار دیکھا، کہہ رہا ہے، لوگ چلتے ہیں اور ان کی قضائیں ان کی طرف چل رہی ہیں، میں سمجھا کہ ہمیں ہمارے قتل کی خبر دی جاتی ہے۔ حضرتِ عابد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: اللہ عزوجل آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کوئی برائی نہ دکھائے کیا ہم حق پر نہیں۔ فرمایا: ضرور ہیں۔ عرض کی: جب ہم حق پر جان دیتے اور قربان ہوتے ہیں، تو کیا پرواہ ہے۔ فرمایا: اللہ تعالیٰ تم کو ان سب جزاؤں سے بہتر جزا دے جو کسی بیٹے کو کسی باپ کی طرف سے ملے۔ (المرجع السابق، ص ۴۱۱)

ابن زیاد کی طرف سے امامِ عرش مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر سختی کا حکم

جب نینوٰی پہنچے تو ایک سوار کوفے سے آتا ملا، اس نے حر کو ابن زیاد کا خط دیا، لکھا تھا: حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر سختی کر، جہاں اتریں میدان میں اتریں، پانی سے دُور ٹھہریں، یہ قاصد برابر تیرے ساتھ رہے گا یہاں تک کہ مجھے خبر دے کہ تو نے میرے حکم کی کیا تعمیل کی۔ حر نے خط پڑھ کر امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے گزارش کی کہ مجھے یہ حکم آیا ہے میں اس کا خلاف نہیں کر سکتا کہ یہ قاصد مجھ پر جاسوس بنا کر بھیجا گیا ہے۔

زہیر بن قین نے عرض کی: خدا کی قسم! اس کے بعد جو کچھ آئے گا وہ اس سے سخت تر ہوگا اس گروہ کا قتال ہمیں آئندہ آنے والوں کے قتال سے آسان ہے۔ ارشاد ہوا: ہم ابتدا نہ کرینگے۔ یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ آفتاب غروب ہو گیا اور محرم کی دوسری رات کا چاند اپنی ہلکی ہلکی روشنی دکھانے لگا، دونوں لشکر علیحدہ علیحدہ ٹھہرے۔ (المرجع السابق)

نواسۂ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ورضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شب میں روانگی

اب مشرقی کناروں سے اندھیرا بڑھتا آتا ہے اور بزمِ فلک کی شمعیں روشن ہوتی جاتی ہیں، فضائے عالم کے سیاح اور خداعزَّوجل کی آزاد مخلوق پرند چہچہا چہچہا کر خاموش ہوگئے ہیں، زمانے کی رفتار بتانے والی گھڑی اور عمروں کا حساب سمجھانے والی جنتری اسلامی سن کی تقویم جسے قدرت کے زبردست ہاتھ نے عرجون قدیم کی حد تک پہنچا دیا ہے، کچھ اپنی دلکش ادائیں دکھا کر روپوش ہوگئی، تاریکیوں کا رنگ اب اور بھی گہرا ہوگیا ہے۔ نگاہیں جو تقریباً دو گھنٹے پہلے دنیا کی وسیع آبادی میں دُور کی چیزوں کو بہ اطمینان تمام دیکھتی اور پرکھ سکتی تھیں، اب یہ تھوڑے فاصلہ پر بھی کام دینے میں اُلجھتی بلکہ ناکام رہ جاتی ہیں اور اگر کچھ نظر بھی آجاتا ہے تو رات کی سیاہ چلمن اسے صاف معلوم ہونے سے روکتی ہے۔ وقت کے زیادہ گزرنے اور بول چال کے موقوف ہوجانے نے سناٹا پیدا کردیا ہے رات اور بھی بھیانک ہوگئی ہے۔ شب بیدار ستاروں کی آنکھیں جھکی پڑی ہیں، سونے والے لمبیاں تانے سو رہے ہیں، نیند کا جادو زمانے پر چل گیا ہے، حر کے لشکر سے نفیرِ خواب بلند ہوئی ہے، امام جنت مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنہوں نے اتنی رات اس موقع کے انتظار میں جاگ کر گزاری ہے، کوچ کی تیاریاں فرما رہے ہیں اسباب جو شام سے بندھا رکھا تھا بار کیا گیا اور عورتوں بچوں کو سوار کرایا گیا ہے۔ اب یہ مقدّس قافلہ اندھیری رات میں فقط اس آسرے پر روانہ ہوگیا ہے کہ رات زیادہ ہے دشمن سوتے رہیں گے اور ہم ان سے صبح ہونے تک بہت دُور نکل جائیں گے، باقی رات چلتے اور سواریوں کو تیز چلاتے گزری۔

میدانِ کربلا میں آمد

اب تقدیر کی خوبیاں دیکھئے کہ مظلوموں کو صبح ہوتی ہے تو کہاں، کربلا کے میدان میں، یہ محرم ۶۱ھ کی دوسری تاریخ اور پنج شنبہ کا دِن ہے۔ عمرو بن سعد اپنا لشکر لے کر امام رضی اللہ عنہ کے مقابلے پر آگیا ہے، اس بدبخت کو ابن زیاد بدنہاد نے کفار دیلم کے جہاد پر مقرر کیا اور فتح کے صلے میں حکومت ’رے‘ کا فرمان لکھ دیا تھا۔ امام مظلوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خبر پائی، بدنصیب کی نیت بدی پر آئی، بلا کر کہا کہ......ادھر کا قصد ملتوی رکھ، پہلے حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مقابل ہو، فارغ ہو کر ادھر جانا۔ کہا: مجھے معاف کرو۔ کہا: بہتر مگر اس شرط پر کہ ہمارا نوشتہ واپس دے۔ اس نے ایک دن کی مہلت مانگ کر احباب سے مشورہ کیا، سب نے ممانعت کی اور اس کے بھانجے حمزہ بن مغیرہ بن شعبہ نے کہا: اے ماموں! میں تجھے خدا کی قسم دیتا ہوں کہ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مقابلہ کرکے گناہ گار نہ ہو، اللہ کی قسم! اگر ساری دنیا تیری سلطنت میں ہو تو اسے چھوڑنا اس سے آسان ہے کہ تُو خداعزَّوجل سے حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قاتل ہو کر ملے۔ کہا: نہ جاؤں گا۔ مگر ناپاک دِل میں تردد رہا، رات کو آواز آئی، کوئی کہتا ہے:

اَاَترُک مُلک الرَّی وَ الریّ رَغبۃ	اَم اَرجع مذموماً بِقتلِ حُسین
وَ فِی قتلہِ النّار التِی لیس دُونھا	حِجاب و ملکُ الرّی قرَّۃ عین

کہا: رے کی حکومت چھوڑ دوں! اور وہ بڑی مرغوب چیز ہے یا قتل حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مذمت گوارا کروں اور ان کے قتل میں وہ آگ ہے جس کی روک نہیں اور رے کی سلطنت آنکھوں کی ٹھنڈک۔

(المرجع السابق، ص ۴۱۲)

آخر قتلِ امامِ مظلوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی پر رائے قرار پائی، بے دین نے اَلدِّینُ مزرعَۃُ الدّنیا کی ٹھرائی۔

امامِ مظلوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر پانی بند ہونا

عمرو بن سعد نے فرات کے گھاٹوں پر پانسو سوار بھیج کر، ساقی کوثر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بیٹے رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر پانی بند کیا۔ ایک رات امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بلا بھیجا، دونوں لشکروں کے بیچ میں حاضر آیا۔ دیر تک باتیں رہیں، امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سمجھایا کہ اہلِ باطل کا ساتھ چھوڑ۔ کہا: میرا گھر ڈھایا جائے گا۔ فرمایا: اس سے بہتر بنوا دوں گا۔ کہا: میری جائیداد چھن جائے گی۔ ارشاد ہوا: اس سے اچھی عطا فرماؤں گا۔ (المرجع السابق، ص ۴۱۳)

ابن سعد کا ابن زیاد کو مصلحت آمیز خط اور شمر کا امام کے خلاف ورغلانا

تین چار راتیں یہی باتیں رہی، جن کا اثر اس قدر ہوا کہ ابن سعد نے ایک صلح آمیز خط ابن زیاد کو لکھا کہ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ چاہتے ہیں یا تو مجھے واپس جانے دو یا یزید کے پاس لے چلو یا کسی اسلامی سرحد پر چلا جاؤں، اس میں تمہاری مراد حاصل ہے۔ حالانکہ امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یزید پلید کے پاس جانے کو ہرگز نہ فرمایا تھا، ابن زیاد نے خط پڑھ کر کہا: بہتر ہے۔ شمر ذِی الجَوشَن خبیث بولا: کیا یہ باتیں مانے لیتا ہے؟ خدا کی قسم! اگر حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بے تیری اطاعت کئے چلے گئے تو ان کے لئے عزّت و قوت ہوگی اور تیرے واسطے ضعف و ذِلّت، یوں نہیں بلکہ تیرے حکم سے جائیں، اگر تُو سزا دے تو مالک ہے اور اگر معاف کرے تو تیرا اِحسان ہے، میں نے سنا ہے کہ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابن سعد میں رات رات بھر باتیں ہوتیں ہیں۔ ابن زیاد نے کہا: تیری رائے مناسب ہے تُو میرا خط ابن سعد کے پاس لے جا اگر وہ مان لے تو اس کی اطاعت کرنا ورنہ تُو سردارِ لشکر ہے اور ابن سعد کا سر کاٹ کر میرے پاس بھیج دینا۔ پھر ابن سعد کو لکھا کہ میں نے تجھے حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف اس لئے بھیجا تھا کہ تو ان سے دست کش ہو یا اُمید دلائے اور ڈھیل دے یا ان کا سفارشی بنے، دیکھ! حسین سے میری فرمانبرداری کیلئے کہہ، اگر مان لیں تو مطیع بنا کر یہاں بھیج دے ورنہ انہیں اور ان کے ساتھیوں کو قتل کر، اگر تو ہمارا حکم مانے گا تو تجھے فرماں برداری کا انعام ملے گا ورنہ ہمارا لشکر شمر کیلئے چھوڑ دے۔

جب شمر نے خط لیا تو عبداللہ ابن ابی المحل بن حزام اس کے ساتھ تھا، اس کی پھوپھی ام المؤمنین بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہا مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی زوجہ اور پسرانِ مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم، حضرت عباس و عثمان و عبداللہ و جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی والدہ تھیں، اس نے ابن زیاد سے اپنے ان پھوپھی زاد بھائیوں کیلئے امان مانگی، اس نے لکھ دی۔ وہ خط اس نے ان صاحبوں کے پاس بھیجا، انہوں نے فرمایا: ہمیں تمہارے امان کی حاجت نہیں، ابن سمیہ کی امان سے اللہ تعالیٰ کی امان بہتر ہے۔ (المرجع السابق، ص ۴۱۴)

شمر کی ابن سعد کے پاس آمد

جب شمر نے ابن سعد کو ابن زیاد بدنہاد کا خط دیا، اس نے کہا: تیرا برا ہو، میرا خیال ہے کہ تو نے ابن زیاد کو میری تحریر پر عمل کرنے سے پھیر کر کام بگاڑ دیا، مجھے صلح ہو جانے کی پوری اُمید تھی، حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو ہرگز اطاعت کو قبول کریں گے ہی نہیں۔ خدا کی قسم! ان کے باپ رضی اللہ عنہ کا دل ان کے پہلو میں رکھا ہوا ہے۔ شمر نے کہا: اب تو کیا کرنا چاہتا ہے؟ بولا: جو ابن زیاد نے لکھا شمر نے عباس اور ان کے حقیقی بھائیوں کو بلا کر کہا: اے بھانجو! تمہیں امان ہے۔ وہ بولے: اللہ کی لعنت تجھ پر اور تیری امان پر، ماموں بن کر ہمیں امان دیتا ہے اور رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بیٹے رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امان نہیں۔ (المرجع السابق، ص ۳۱۴)

نو محرم الحرام اور خواب میں جد کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تشریف آوری

یہ پنجشنبہ کی شام اور محرم ۶۱ھ ہجری کی نویں تاریخ ہے اس وقت سردارِ جوانانِ جنت رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں جہنمی لشکر کو جنبش دی گئی اور وہ مے شہادت کا متوالا، حیدری کچھار کا شیر، خیمہ اطہر کے سامنے تیغ بکف جلوہ فرما ہے۔ آنکھ لگ گئی ہے، خواب میں اپنے جدِ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو دیکھا ہے کہ اپنے لختِ جگر کے سینے پر دستِ اقدس رکھے فرما رہے ہیں **اَللّٰھُمَّ اَعطِ الحُسینَ صَبراً وَّ اَجراً** الٰہی عزوجل! حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صبر و اجر عطا کر۔ اور ارشاد ہوتا ہے کہ اب عنقریب ہم سے ملا چاہتے ہو اور اپنا روزہ ہمارے پاس آکر افطار کیا چاہتے ہو۔ جوشِ مسرت میں امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھ کھل گئی، ملاحظہ فرمایا کہ دشمن حملہ آوری کا قصد کر رہے ہیں، جمعہ کے خیال اور پسماندوں کو وصیت کرنے کی غرض سے امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک رات کی مہلت چاہی۔ ابن سعد نے مشورہ لیا۔ عمرو بن حجاج زبیدی نے کہا: اگر دیلم کے کافر بھی تم سے ایک رات کی مہلت مانگتے تو دینی چاہیے تھی۔ غرض مہلت دی گئی۔ (المرجع السابق، ص ۳۱۵)

لشکر امامِ عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے مقابلے کی تیاری

یہاں یہ کارروائی ہوئی کہ سب خیمے ایک دوسرے کے قریب کردیئے گئے، طنابوں سے طنابیں ملادیں، خیموں کے پیچھے خندق کھود کر نرکل وغیرہ خشک لکڑیوں سے بھردی۔ اب مسلمان ان کاموں سے فارغ ہوکر امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں اور امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے اہل اور ساتھیوں سے فرمارہے ہیں: صبح ہمیں دشمنوں سے ملنا ہے، میں نے بخوشی تمام تم سب کو اجازت دی ابھی رات باقی ہے جہاں جگہ پاؤ چلے جاؤ اور ایک ایک شخص میرے اہلِ بیت رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ایک ایک کو ساتھ لے جاؤ، اللہ عزوجل تم سب کو جزائے خیر دے، دیہات و بلاد میں متفرق ہوجاؤ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ بلا ٹالے، دشمن جب مجھے پائیں گے، تمہارا پیچھا نہ کرینگے۔ یہ سنکر امام کے بھائیوں، صاحبزادوں، بھتیجوں اور عبداللہ ابن جعفر کے بیٹوں نے عرض کی: یہ ہم کس لئے کریں اسلئے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد زِندہ رہیں، اللہ عزوجل ہمیں وہ منحوس دِن نہ دکھائے کہ آپ رضی اللہ عنہ نہ ہوں اور ہم باقی ہوں۔ مسلم شہید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائیوں سے فرمایا گیا: تمہیں مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کا قتل ہونا کافی ہے۔ میں اجازت دیتا ہوں، تم چلے جاؤ۔ عرض کی: اور ہم لوگوں سے جا کر کیا کہیں؟ یہ کہیں کہ اپنے سردار، اپنے آقا، اپنے سب سے بہتر بھائی کو دشمنوں کے نرغے میں چھوڑ آئے ہیں۔ نہ ان کے ساتھ تیر پھینکا، نہ نیزہ مارا، نہ تلوار چلائی اور ہمیں خبر نہیں کہ ہمارے چلے آنے کے بعد ان پر کیا گزری۔ خدا کی قسم! ہم ہرگز ایسا نہ کریں گے بلکہ اپنی جانیں، اپنے بال بچے تمہارے قدموں پر فدا کردیں گے، تم پر قربان ہوکر مرجائیں گے اللہ اس زندگی کا برا کرے جو تمہارے بعد ہو۔

خوشا حالے کہ گردم گردِ کویت رخے بر خوں گریباں پارہ پارہ

(یعنی وہ سماں بہت اچھا ہوگا جب میں تیرے کوچے کے اردگرد پھروں گا اس حالت میں

کہ میرا چہرہ خون آلودہ اور گریبان ٹکڑے ٹکڑے ہوگا۔)

مسلم بن عجوسہ اسدی نے عرض کیا: کیا ہم حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چھوڑ کر چلے جائیں اور ابھی ہم نے حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کوئی حق ادا کر کے اللہ تعالیٰ کے سامنے معذرت کی جگہ نہ پیدا کی، خدا کی قسم! میں تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ساتھ نہ چھوڑوں گا، یہاں تک کہ اپنا نیزہ دشمنوں کے سینوں میں توڑ دوں اور جب تک تلوار میرے ہاتھ میں رہے، وار کیئے جاؤں، خدا گواہ ہے اگر میرے پاس ہتھیار بھی نہ ہوتے تو میں پتھر مارتا، یہاں تک کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ مارا جاتا۔ اسی طرح اور سب ساتھیوں نے بھی گزارش کی۔ اللہ عزوجل ان سب کو جزائے خیر دے۔ (المرجع السابق) اور جنات الفردوس میں امامِ عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ساتھ اوران کے جدِ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا سایہ عطا فرمائے اور دنیا و آخرت و قبر حشر میں ہمیں ان کے برکات سے بہرہ مندی بخشے۔ امین امین یا ارحم الراحمین

اسی رات میں امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کچھ ایسے شعر پڑھے جن کا مضمون حسرت و بے کسی کی تصویر آنکھوں کے سامنے کھینچ دے، زمانہ صبح و شام خدا عزوجل جانے کتنے دوستوں اور عزیزوں کو قتل کرتا ہے اور جسے قتل کرنا چاہتا ہے اس کے بدلے میں دوسرے پر راضی نہیں ہوتا۔ ہونے والے واقعے کی خبر دینے والی دل خراش آواز حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے کان میں پہنچی، صبر نہ ہوسکا بے تاب ہوکر چلاتی ہوئی دوڑیں، کاش! اس دن سے پہلے مجھے موت آگئی ہوتی، آج میری ماں فاطمہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوتا ہے، آج میرے باپ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ دنیا سے گزرتے ہیں، آج میرے بھائی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حسن کا جنازہ نکلتا ہے، اے حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ! اے گزرے ہوؤں کی نشانی اور پسماندوں کی جائے پناہ! پھر غش کھا کر گر پڑیں۔

اللہ اکبر! آج مالک کوثر کے گھر میں اتنا پانی بھی نہیں کہ بے ہوش بہن کے منہ پر چھڑکا جائے۔ جب ہوش آیا تو فرمایا: اے بہن رضی اللہ تعالیٰ عنہا! اللہ عزوجل سے ڈرو اور صبر کرو، جان لو سب زمین والوں کو مرنا اور سب آسمان والوں کو گزرنا ہے، اللہ تعالیٰ کے سوا سب کو فنا ہے، میرے باپ، میری ماں، میرے بھائی مجھ سے بہتر تھے۔ ہر مسلمان کو رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی راہ چلنی چاہئے۔ (المرجع السابق، ص۲۱۶ ملخصاً)

اب قِیامت قائم ہوتی ہے

بہاروں پر ہیں آج آرائشیں گلزارِ جنت کی
سواری آنے والی ہے شہیدانِ محبت کی

کھلے ہیں گلے بہاروں پر ہے پھلواڑی جراحت کی
فضا ہر زخم کے دامن سے وابستہ ہے جنت کی

گلا کٹوا کے بیڑی کاٹنے آئے ہیں اُمت کی
کوئی تقدیر تو دیکھے اسیرانِ مصیبت کی

شہیدِ ناز کی تفریح زخموں سے نہ کیوں کر ہو
ہوائیں آتی ہیں ان کھڑکیوں سے باغِ جنت کی

کرم والوں نے در کھولا تو رحمت کا سماں باندھا
کمر باندھی تو قسمت کھول دی فصلِ شہادت کی

علی کے پیارے خاتونِ قیامت کے جگر پارے
زمیں سے آسماں تک دھوم ہے ان کی سیادت کی

زمینِ کربلا پر آج مجمع ہے حسینوں کا
جمی ہے انجمن روشن ہیں شمعیں نور و طلعت کی

یہ وہ شمعیں نہیں جو پھونک دیں اپنے فدائی کو
یہ وہ شمعیں نہیں رو کر جو کاٹیں رات آفت کی

یہ وہ شمعیں ہیں جن سے جان تازہ پائیں پروانے
یہ وہ شمعیں ہیں جو ہنس کر گزاریں شب مصیبت کی

یہ وہ شمعیں نہیں جن سے فقط اک گھر منور ہو
یہ وہ شمعیں ہیں جن سے روح ہو کافور ظلمت کی

دلِ حور و ملائک رہ گیا حیرت زدہ ہو کر
کہ بزمِ گلرخاں میں لے بلائیں کس کی صورت کی

جدا ہوتی ہیں جانیں جسم سے جاناں سے ملتے ہیں
ہوئی ہے کربلا میں گرم مجلس وصل و فرقت کی

اسی منظر پہ ہر جانب سے لاکھوں کی نگاہیں ہیں
اسی عالم کو آنکھیں تک رہی ہیں ساری خلقت کی

ہوا چھڑکاؤ پانی کی جگہ اشکِ یتیماں سے
بجائے فرش آنکھیں بچھ گئیں اہلِ بصیرت کی

ہوائے یار نے پنکھے بنائے پر فرشتوں کے
سبیلیں رکھی ہیں دیدار نے خود اپنے شربت کی

ادھر افلاک سے لائے فرشتے ہار رحمت کے
ادھر ساغر لئے حوریں چلی آتی ہیں جنت کی

سجے ہیں زخم کے پھولوں سے وہ رنگین گلدستے
بہارِ خوشنمائی پر ہے صدقے روح جنت کی

ہوائیں گلشنِ فردوس سے بس بس کر آتی ہیں
نرالے عطر میں ڈوبی ہوئی ہے روح نکہت کی

دل پر سوز کے سلگے اگر سوز ایسی کثرت سے
کہ پہنچی عرش و طیبہ تک لپٹ سوزِ محبت کی

ادھر چلمن اٹھی حسن ازل کے پاک جلووں سے
ادھر چمکی تجلی بدرِ تابانِ رسالت کی

زمینِ کربلا پر آج ایسا حشر برپا ہے
کہ کھنچ کھنچ کر مٹی جاتی ہیں تصویریں قیامت کی

گھٹائیں مصطفیٰ کے چاند پر گھر گھر کر آتی ہیں
سیہ کارانِ اُمت تیرہ بختانِ شقاوت کی

یہ کس کے خون کے پیاسے ہیں اس کے خون کے پیاسے
بجھے گی پیاس جس سے تشنہ کامانِ قیامت کی

اکیلے پر ہزاروں کے ہزاروں وار چلتے ہیں
مٹادی دین کے ہمراہ عزت شرم و غیرت کی

مگر شیرِ خدا کا شیر جب بپھرا غضب آیا
پرے ٹوٹے نظر آنے لگے صورت ہزیمت کی

کہا یہ بوسہ دے کر ہاتھ پر جوشِ دلیری نے
بہادر آج سے کھائیں گے قسمیں اس شجاعت کی

تصدق ہوگئی جانِ شجاعت سچے تیور کے
فدا شیرانہ حملوں کی ادا پر روح جرأت کی

نہ ہوتے گر حسین ابن علی اس پیاس کے بھوکے
نکل آتی زمینِ کربلا سے نہر جنت کی

مگر مقصود تھا پیاسا گلا ہی ان کو کٹوانا
کہ خواہش پیاس سے بڑھتی ہے رویت کے شربت کی

شہیدِ ناز رکھ دیتا ہے گردن آبِ خنجر پر
جو موجیں باڑھ پر آجاتی ہیں دریائے الفت کی

یہ وقتِ زخم نکلا خون اچھل کر جسمِ اطہر سے
کہ روشن ہوگئی مشعل شبستانِ محبت کی

سرِ بے تن تنِ آسانی کو شہرِ طیبہ میں پہنچا
تنِ بے سر کو سرداری ملی ملکِ شہادت کی

حسنؔ سُنّی ہے پھر افراط و تفریط اس سے کیوں کر ہو
ادب کے ساتھ رہتی ہے روش اربابِ سنت کی

دس محرم الحرام اور خاندانِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ظلم و ستم کا آغاز

روزِ عاشورا کی صبح جانگزا آتی اور جمعے کی سحر محشر زا منہ دکھاتی ہے۔ امام عرش مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ خیمہ اطہر سے برآمد ہوکر اپنے بہتر ساتھیوں، بتیس سواروں، چالیس پیادوں کا لشکر ترتیب دے رہے ہیں۔ داہنے بازو پر زہیر بن قین، بائیں پر حبیب بن مظہر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سردار بنائے گئے اور نشان برداری پر حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ مقرر فرمائے گئے اور حکم دیا گیا ہے کہ خندق کی لکڑیوں میں آگ دے دی جائے کہ دشمن ادھر سے راہ نہ پائیں۔ اس انتظام کے بعد امام جنت مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ تہیہ شہادت کے واسطے پاکی لینے تشریف لے گئے۔ عبدالرحمٰن بن عبدربہ، یزید بن حصین ہمدانی رضی اللہ تعالیٰ عنہما خیمے کے دروازے پر منتظر ہیں کہ بعد فراغ امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود بھی یہ سنت ادا کریں۔ ابن حصین نے عبدالرحمٰن سے کچھ ہنسی کی بات کہی، وہ بولے: یہ ہنسی کا کیا موقع ہے؟ کہا: خدا گواہ ہے میری قوم بھر کو معلوم ہے کہ جوانی میں بھی کبھی میری ہنسی کی عادت نہ تھی، اس وقت میں اس چیز کے سبب سے خوش ہو رہا ہوں جو ابھی ملا چاہتی ہے۔ تم اس لشکر کو دیکھتے ہو جو ہمارے مقابلہ کیلئے تلا کھڑا ہے، خدا کی قسم ہم میں اور حوروں کی ملاقات میں اتنی ہی دیر باقی ہے کہ یہ تلواریں لے کر ہم پر جھک پڑیں۔

امام جنت مقام رضی اللہ عنہ باہر تشریف لائے اور ناقہ پر سوار ہوکر اتمام حجت کیلئے اشقیا کی طرف تشریف لے گئے قریب پہنچ کر فرمایا: لوگو! میری بات غور سے سنو اور جلدی نہ کرو، اگر تم انصاف کرو تو سعادت پاؤ، ورنہ اپنے ساتھیوں کو جمع کرو اور جو کرنا ہے کر گزرو، میں مہلت نہیں چاہتا، میرا اللہ جس نے قرآن اتارا اور جو نیکوں کو دوست رکھتا ہے، میرا کارساز ہے۔

امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ آواز ان کی بہنوں کے کان تک پہنچی بے اختیار ہوکر رونے لگیں امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خاموش کرنے کیلئے بھیج کر فرمایا: خدا کی قسم! انہیں بہت رونا ہے۔ پھر اشقیا کی طرف متوجہ ہوکر فرمانے لگے: ذرا میرا نسب تو بیان کرو اور سوچو تو میں کون ہوں......؟ اپنے گریبان میں منہ ڈالو، کیا میرا قتل تمہیں روا ہو سکتا ہے......؟ میری بے حرمتی تم کو حلال ہو سکتی ہے......؟ کیا میں تمہارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نواسہ نہیں......؟ کیا تم نے نہ سنا کہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے اور میرے بھائی کو فرمایا: تم دونوں جوانانِ جنت کے سردار ہو......؟ کیا اتنی بات تمہیں میرے خوں ریزی سے روکنے کیلئے کافی نہیں......؟

شمر مردک نے کہا: ہم نہیں جانتے تم کیا کہہ رہے ہو۔ حبیب بن مطہر نے فرمایا: اللہ عزوجل نے تیرے دِل پر مہر کردی تُو کچھ نہیں جانتا
پھر امام مظلوم نے فرمایا: خدا کی قسم! میرے سوا روئے زمین پر کسی نبی علیہ السلام کا کوئی نواسہ باقی نہیں۔ بتاؤ تو میں نے تمہارا کوئی آدمی مارا......؟ یا مال لوٹا یا کسی کو زخمی کیا......؟ آخر مجھ سے کس بات کا بدلہ چاہتے ہو......؟ کوئی جوابدہ نہ ہوا، تو نام لے کر فرمایا: اے شبث بن ربعی......اے حجار بن ابجر......اے قیس بن اشعث......اے زید بن حارث......! کیا تم نے مجھے خطوط نہ لکھے؟ وہ خبیث صاف مکر گئے۔ فرمایا: ضرور لکھے۔ پھر ارشاد ہوا: اے لوگو! اگر تم مجھے ناپسند رکھتے ہو تو واپس جانے دو۔ اس پر بھی کوئی راضی نہ ہوا۔ پھر فرمایا: میں اپنے اور تمہارے ربّ عزوجل کی پناہ مانگتا ہوں اس امر سے کہ مجھے سنگسار کرو اور پناہ مانگتا اس مغرور سے جو قیامت کے دن پر ایمان نہ لائے۔ یہ فرما کر ناقہ شریف سے اتر آئے۔

زہیر بن قین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہتھیار لگائے گھوڑے پر سوار آگے بڑھے اور کہنے لگے: اہلِ کوفہ! عذابِ الٰہی عزوجل جلد آتا ہے۔ مسلمان کا مسلمان پر حق ہے کہ نصیحت کرے، ہم تم ابھی دِینی بھائی ہیں، جب تلوار اٹھے گی تم الگ گروہ ہوگے، ہم الگ۔ ہمیں تمہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اولاد کے بارے میں آزمایا ہے کہ ہم تم ان کے ساتھ کیا معاملہ کرتے ہیں۔ میں تمہیں حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مدد کیلئے بلاتا اور سرکش ابن سرکش ابن زیاد کی اطاعت سے روکنا چاہتا ہوں، تم اس سے ظلم وستم کے سوا کچھ نہ دیکھو گے۔

کوفیوں نے کہا جب تک تمہیں اور تمہارے سردار کو قتل نہ کرلیں یا مطیع بنا کر ابن زیاد کے پاس نہ بھیج دیں ہم یہاں سے نہ ٹلیں گے۔
زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: خدا کی قسم! فاطمہ کے بیٹے رضی اللہ تعالیٰ عنہا سمیہ کے بیٹے سے زیادہ مستحقِ محبت ونصرت ہیں، اگر تم ان کی مدد نہ کرو تو ان کے قتل کے بھی درپے نہ ہو۔ اس پر شمر مردود نے ایک تیر مار کر کہا: چپ! بہت دیر تک تو نے ہمارا سر کھایا ہے۔
زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا! او ایڑیوں پر موتنے والے گنوار کے بچے! میں تجھ سے بات نہیں کرتا! تُو نرا جانور ہے، میرے خیال میں تجھے قرآن کی دو آیتیں بھی نہیں آتیں، تجھے قیامت کے دن دردناک عذاب اور رُسوائی کا مژدہ ہو۔
شمر بولا: کوئی گھڑی جاتی کہ تُو اور تیرا سردار قتل کیا جاتا ہے۔
فرمایا: کیا مجھے موت سے ڈراتا ہے؟ خدا کی قسم! ان کے قدموں پر مرنا تم لوگوں کے ساتھ ہمیشہ جینے سے پسند ہے۔ پھر بلند آواز سے کہنے لگے: اے لوگو! یہ بے ادب اجڈ فریب دیتا اور دین حق سے بے خبر کرنا چاہتا ہے، جو لوگ اہلِ بیت علیہم الرضوان یا ان کے ساتھیوں کو قتل کرینگے، خدا کی قسم! محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت انہیں نہ پہنچے گی۔ امامِ عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے واپس بلایا۔
ابن شقی ابن سعد نے اپنے ناپاک لشکر کو امامِ مظلوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف حرکت دی۔ حر نے کہا: تجھے اللہ کی مار، کیا تو ان سے لڑیگا؟ کہا: لڑونگا اور ایسی لڑائی لڑوں گا، جس کا ادنیٰ درجہ سروں کا اڑنا اور ہاتھوں کا گرنا ہے۔ کہا: وہ تین باتیں جو انہوں نے پیش کی تھیں تجھے منظور نہیں؟ کہا: میرا اِختیار ہوتا تو مان لیتا۔ (الکامل فی التاریخ، انضمام الحر۔۔۔الخ، ج ۳، ص ۴۲۰ ملخصا)

حضرت حر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے معذرت

حر مجبورانہ لشکر کے ساتھ امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف بڑھے مگر یوں کہ بدن کانپ رہا ہے اور پہلو میں دل کے پھڑکنے کی آواز بغل والے سن رہے ہیں۔ یہ حالت دیکھ کر ان کے ایک ہم قوم نے کہا: تمہارا یہ کام شبہ میں ڈالتا ہے، میں نے کسی لڑائی میں تمہاری یہ کیفیت نہ دیکھی، مجھ سے اگر کوئی پوچھتا ہے کہ تمام اہلِ کوفہ میں بہادر کون ہے؟ تو میں تمہارا ہی نام لیتا ہوں۔ بولے: میں سوچتا ہوں کہ ایک طرف جنت کے خوش رنگ پھول کھلے ہیں اور ایک جانب جہنم کے بھڑکتے ہوئے شعلے بلند ہو رہے ہیں اور میں اگر پرزے پرزے کر کے جلا دیا جاؤں تو جنت چھوڑنا گوارا نہ کروں گا۔ یہ کہہ کر گھوڑے کو ایڑی دی اور امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ پھر عرض کی: اللہ عزوجل مجھے حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر قربان کرے، میں حضور رضی اللہ عنہ کا وہی ساتھی ہوں جس نے حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو واپس جانے سے روکا، جس نے حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حراست میں لیا، خدا کی قسم! مجھے یہ گمان نہ تھا کہ یہ بدبخت لوگ حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد قبول نہ کریں گے اور یہاں تک نوبت پہنچائیں گے، میں اپنے جی میں کہتا تھا خیر بعض باتیں ان کی کہی کر لوں کہ وہ یہ نہ سمجھیں کہ یہ ہماری اطاعت سے نکل گیا اور انجام کار تو وہ حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد کچھ نہ کچھ مان ہی لیں گے اور خدا کی قسم! مجھے یہ گمان ہو کہ یہ کچھ نہ مانیں گے تو مجھ سے اتنا بھی ہرگز واقع نہ ہو، اب میں تائب ہو کر حاضر آیا ہوں اور اپنی جان حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر قربان کرنی چاہتا ہوں، کیا میری توبہ حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک مقبول ہو جائے گی؟ فرمایا: ہاں! اللہ عزوجل توبہ قبول کرنے والا اور گناہ بخش دینے والا ہے۔

حر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ مژدہ سن کر اپنی قوم کی طرف پلٹے اور فرمانے لگے: کیا وہ باتیں جو امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پیش کی تھیں منظور نہیں؟ ابن سعد نے کہا: ان کا ماننا میری قدرت سے باہر ہے۔ فرمایا: اے کوفیو! تمہاری مائیں بے اولادی ہوں...... تمہاری ماؤں کو تمہارا رونا نصیب ہو...... کیا تم نے امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دشمنوں کے ہاتھ میں دے دینے کیلئے بلایا تھا؟...... کیا تم نے وعدہ نہ کیا تھا کہ اپنی جانیں ان پر نثار کرو گے؟...... اور اب تمھیں ان کے قتل پر آمادہ ہو؟ یہ بھی منظور نہیں کہ وہ اللہ عزوجل کے کسی شہر میں چلے جائیں جہاں وہ اور ان کے بال بچے امان پائیں...... تم نے انہیں قیدی بے دست و پا بنا رکھا ہے!...... فرات کا بہتا پانی جسے خدا عزوجل کے دشمن پی رہے ہیں اور گاؤں کے کتے سؤر جس میں لوٹ رہے ہیں...... حسین اور انکے بچوں پر بند کیا گیا ہے...... پیاس کی تکلیف نے انہیں زمین سے لگا دیا ہے...... تم نے کیا برا معاملہ کیا ذریتِ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے...... اگر تم توبہ نہ کرو اور اپنی حرکتوں سے باز نہ آؤ تو اللہ عزوجل تمہیں قیامت کے دن پیاسا رکھے۔ (المرجع السابق، ص ۴۳۱)

مقابلے کا باقاعدہ آغاز

اس کے جواب میں ان خبیثوں نے حضرتِ حر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر پتھر پھینکنے شروع کیے ، یہ واپس ہو کر امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آگے کھڑے ہو گئے، لشکرِ اشقیا سے زیاد کا غلام یسار اور ابن زیاد کا غلام سالم میدان میں آئے اور اپنے مقابلے کیلئے مبارز طلب کرنے لگے۔ حضرت عبداللہ ابن عمیر کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سامنے آئے، دونوں بولے ہم تمہیں نہیں جانتے، زہیر بن قین رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا حبیب بن مطہر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا بریر بن خضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہمارے مقابلہ کیلئے بھیجو۔ حضرتِ عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یسار سے فرمایا: او بدکار عورت کے بچے تُو مجھ سے نہ لڑے گا؟ تیری لڑائی کیلئے بڑے بڑے چاہئیں؟ یہ فرما کر ایک ہاتھ مارا وہ قتل ہوا، سالم نے آپ پر وار کیا، بائیں ہاتھ سے روکا، انگلیاں اڑ گئیں، داہنے سے وار کیا، وہ بھی مارا گیا۔

یہ عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوفے سے امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے اور ان کی بی بی ام وہب ان کے ساتھ تھیں۔ وہ خیمے کی چوب لے کر جہاد کیلئے چلیں اور اپنے شوہر سے کہا: میرے ماں باپ تیرے قربان! قتال کر ان ستھرے پاکیزہ نبی زادوں کیلئے۔ کہا: تم عورتوں میں جاؤ۔ نہ مانا اور کہا: تمہارے ساتھ مروں گی۔ آخر حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آواز دی کہ اے بی بی! اللہ عزوجل تجھ پر رحمت کرے، پلٹ آ کہ جہاد عورتوں پر فرض نہیں۔ واپس آئیں۔ پھر ابن سعد کے میمنہ سے عمرو بن الحجاج اپنے سوار لے کر آگے بڑھا، امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھیوں نے گھٹنوں کے بل جھک کر نیزے سامنے کیے، گھوڑے نیزوں کی سنانوں پر نہ بڑھ سکے، پیچھے پلٹے تو ادھر سے تیر چلائے گئے۔ وہ کتنے ہی زخمی ہوئے، کتنے ہی مارے گئے۔

ایک مردک ابن حوزہ نے پوچھا: کیا تم میں حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں؟ کسی نے جواب نہ دیا، تین بار پوچھا، لوگوں نے کہا: تیرا کیا کام ہے؟ بولا: اے حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! تمہیں آگ کی بشارت ہو۔ فرمایا: تو جھوٹا ہے، میں اپنے مہربان ربّ عزوجل کے پاس جاؤں گا۔ پھر اس کا نام پوچھا۔ کہا: ابن حوزہ۔ دعا فرمائی: اَللّٰھم حزہ اِلی النّارِ الٰہی عزوجل! اسے آگ کی طرف سمیٹ۔ یہ سن کر وہ مردود غضبناک ہوا، حضور کی طرف گھوڑا اچکایا، قدرتِ خدا عزوجل کہ گھوڑا بھڑکا اور یہ پھسلا، ایک پاؤں رکاب میں اُلجھ کر رہ گیا، اب گھوڑا اُڑا چلا جاتا ہے یہاں تک کہ اس مردود کی ران اور پنڈلی ٹوٹی، سر پتھروں سے ٹکرا ٹکرا کر پاش پاش ہو گیا، آخر اسی حال میں واصلِ جہنم ہوا۔

مسروق بن وائل حضرمی، امامِ مظلوم رضی اللہ عنہ کے سرِ مبارک لینے کی تمنا میں آیا تھا۔ ابن حوزہ کا یہ حال دیکھ کر کہنے لگا: خدا کی قسم! میں تو اہلِ بیت علیہم الرضوان سے کبھی نہ لڑوں گا، پھر یزید بن معقل، حضرت بریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہنے لگا: خدا عزوجل نے تمہارے ساتھ کیا کیا؟ فرمایا: اچھا کیا۔ کہا: تم نے جھوٹ کہا اور میں تم کو آج سے پہلے جھوٹا نہ جانتا تھا، میں گواہی دیتا ہوں کہ تم گمراہ ہو۔ فرمایا: تو آؤ ہم تم مباہلہ کر لیں کہ اللہ عزوجل جھوٹے پر لعنت کرے اور جھوٹا سچے کے ہاتھ سے قتل ہو۔ وہ راضی ہو گیا۔ مباہلہ کے بعد ابن معقل نے تلوار چھوڑی، خالی گئی، حضرت بریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وار کیا، خود کاٹتا ہوا بھیجا چاٹ گیا۔

یہ دیکھ کر رضی بن منقذ عبدی دوڑا اور حضرت بریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لپٹ گیا، کشتی ہونے لگی، حضرت بریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دے مارا اور اس کے سینے پر چڑھ بیٹھے، پیچھے سے کعب بن جابر ازدی نے نیزہ مارا کہ پشت مبارک میں غائب ہوگیا، نیزہ کھا کر رضی کے سینے سے اُترے اور اس مردک کی ناک دانتوں سے کاٹ لی کعب نے تلوار ماری کہ شہید ہوئے، جب کعب پلٹا، اس کی عورت نے کہا: میں تجھ سے کبھی بات نہ کروں گی، تو نے فاطمہ کے بیٹے رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہوتے دشمن کو مدد دی اور عالموں کے سردار بریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کیا۔ (الکامل فی التاریخ، المعرکۃ، ج ۳، ص ۴۲۱ ملخصا)

پھر امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جانب سے عمرو بن قرظہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نکلے اور سخت لڑائی کے بعد شہید ہوئے۔ حضرتِ حر رضی اللہ عنہ نے قتالِ شدید کیا۔ یزید بن سفیان ان کے سامنے آیا، انہوں نے اسے قتل فرمایا، نافع بن ہلال مرادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میدان میں آئے، مزاحم بن حریث ان کا مزاحم ہوا۔ مرادی بامراد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس نامرد نامراد کو قتل کیا، یہ حالت دیکھ کر عمرو بن الحجاج چلایا: اے لوگو! تم جانتے ہو، کن سے لڑ رہے ہو؟ تمہارے سامنے وہ بہادر ہیں جنہیں مرنے کا شوق ہے، ایک ایک ان سے میدان نہ کرو، وہ بہت کم ہیں، خدا کی قسم! تم سب مل کر پتھر مارو گے تو قتل کر لو گے۔

ابن سعد نے یہ رائے پسند کر کے لوگوں کو تنہا میدان کرنے سے روک دیا، پھر عمرو بن الحجاج نے فرات کی طرف سے حملہ کیا۔ اس حملے میں مسلم بن عوسجہ اسدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شہادت پائی۔ عمرو پلٹ گیا، ان میں ابھی رمق باقی تھی، حبیب بن مطہر نے کہا: تمہیں جنت کا مژدہ ہو، تمہارا گرنا مجھ پر شاق ہوا، میں ابھی عنقریب تم سے ملا چاہتا ہوں، مجھے کوئی وصیّت کرو کہ اس پر عمل کروں۔ مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت امام کی طرف اِشارہ کر کے فرمایا: ان پر قربان ہوجانا۔ حبیب نے کہا ایسا ہی ہوگا۔

پھر خبیث ابن سعد نے پانسو تیر انداز ابن نمیر کے ساتھ جماعتِ امام پر بھیجے۔ ابن تین دِن کے پیاسوں پر تیروں کا مینہ برسنا شروع ہوگیا، امام کے ساتھی گھوڑوں سے اتر کر پیادہ ہولئے اور یہ پیادہ ہونا اس مصلحت سے تھا کہ اس ناگہانی بلا سے کہ ایک ساتھ پانسو تیر چٹکیوں سے نکل رہا ہے، گھبرا کر پاؤں نہ اکھڑ جائیں، مارنا مرنا جو کچھ ہونا ہے یہیں ہوجائے۔ امام کو چھوڑ کر بھاگنے اور پیٹھ دکھانے کی راہ نہ رہے۔ حضرت حر سخت لڑائی لڑے، یہاں تک کہ دوپہر ہوگیا، ان پانسو نے ان تیس کے ساتھیوں پر کچھ قدرت نہ پائی۔

جب شقی ابن سعد نے یہ حال دیکھا کہ سامنے سے جانے کی طاقت نہیں، اس میدان کے داہنے بائیں کچھ مکان واقع تھے، ان میں لوگ بھیجے کہ جماعتِ امام پر داہنے بائیں سے بھی حملہ ہوسکے۔ امام مظلوم کے تین چار ساتھی پہلے سے بیٹھ رہے، جو کودا، مار لیا۔ ابن سعد نے جل کر کہا کہ مکانات میں آگ لگادی جائے۔ امام نے فرمایا: جلا لینے دو، جب آگ لگ جائے گی تو ادھر سے حملہ کا اندیشہ نہ رہے گا۔ (المرجع السابق، ص ۴۲۳)

شمر مردود حملہ کر کے خیمہ اطہر کے قریب پہنچا اور جنت والوں کا خیمہ پھونکنے کو جہنمی نے آگ مانگی۔ اس کے ساتھی حمید بن مسلم نے کہا کہ خیمے کو آگ دے کر عورتوں، بچوں کو قتل کرنا ہرگز مناسب نہیں۔ اس دوزخی نے نہ مانا۔ شبعث بن ربعی کوفی نے اس ناپاک لشکر کے سرداروں میں تھا، اس ناری کو آگ لگانے سے باز رکھا۔ اس عرصے میں حضرت زہیر بن قیس دس صاحبوں کے ساتھ شمر مردود کے لشکر پر ایسی سختی سے حملہ آور ہوئے کہ ان بدبختوں کو بھاگتے اور پیٹھ دکھاتے ہی بن پڑی۔ اس حملے میں ابوعزہ مارا گیا۔ دشمنوں نے جمع ہو کر ان گیارہ پر پھر ہجوم کیا۔ ان میں سے جتنے مارے جاتے کثرت کی وجہ سے معلوم بھی نہ ہوتے اور ان میں کا ایک بھی شہید ہوتا تو سب پر ظاہر ہو جاتا۔ اسی عرصہ میں نمازِ ظہر کا وقت آگیا۔ حضرت ابوثمامہ الصائدی نے امام سے عرض کی: میری جان حضور پر قربان، میں دیکھتا ہوں کہ اب دشمن پاس آگئے، خدا کی قسم! جب تک میں اپنی جان حضور پر نثار نہ کرلوں، حضور شہید نہ ہوں گے۔ مگر آرزو یہ ہے کہ ظہر پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے ملوں۔ امام نے فرمایا: ہاں! یہ اوّل وقت ہے، ان سے کہو اس قدر مہلت دیں کہ ہم نماز پڑھ لیں۔ امام کی کرامت کہ یہ بات ان بے دینوں نے قبول کرلی۔ ابن نمیر مردک نے کہا، یہ نماز قبول نہ ہوگی۔ حضرت حبیب بن مطہر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: آلِ رسول کی نماز قبول نہ ہوگی اور اے گدھے تیری قبول ہوگی؟ اس نے ان پر وار کیا، انہوں نے خالی دے کر تلوار ماری، گھوڑے پر پڑی، گھوڑا گرا اور اس کے ساتھ وہ مردود بھی زمین پر آیا، اس کے ہمراہی جلدی کر کے اسے اٹھا لے گئے۔ پھر انہوں نے قتال شدید کیا۔ بنی تمیم سے بدیل بن صریم کو قتل فرمایا، دوسرے تمیمی نے ان کے نیزہ مارا، اٹھنا چاہتے تھے کہ ابن نمیر خبیث نے تلوار چھوڑ دی، شہید ہوگئے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔ ان کی شہادت کا امام کو سخت صدمہ ہوا۔ اب حضرت حر اور زہیر بن قین رضی اللہ عنہما نے یہ شروع کیا کہ ایک ان خبیثوں پر حملہ فرماتے، جب وہ اس ہر بونگ میں گھر جاتے، دوسرے لڑ بھڑ کر چھڑا لاتے، جب یہ گھر کر غائب ہو جاتے وہ پہلے حملہ کرتے اور بچا لاتے۔ دیر تک یہی حالت رہی پھر پیادوں کا لشکر حضرت حر پر ٹوٹ پڑا اور انہیں شہید کیا۔ (الکامل فی التاریخ، المعرکۃ، ج ۳، ص ۴۲۵ ملخصاً)

روضۃ الشہداء میں ہے جب حر زخمی ہو کر گرے امام کو آواز دی، حضرت بے قرار ہو کر تشریف لے گئے اور سخت جنگ فرما کر اٹھا لائے، زمین پر لٹا دیا اور ان کا سر اپنے زانو پر رکھ کر پیشانی اور رُخساروں کی گرد دامن سے پونچھنے لگے۔ حر نے آنکھ کھول دی اور اپنا سر امام کے زانو پر پا کر مسکرائے اور عرض کی: حضور! اب تو مجھ سے خوش ہوئے؟ فرمایا: ہم راضی ہیں، اللہ بھی تم سے راضی ہو۔ حر نے یہ مژدہ جاں فزا سن کر امام پر نقد جاں نثار کی اور بہشت بریں کی راہ لی۔

آرزو یہ ہے کہ نکلے دم تمہارے سامنے   تم ہمارے سامنے ہو ہم تمہارے سامنے

صلائے قصہ خواں فرقت کی شب سو یہ کہانی ہے   تیرے زانو ہی کے تکیے پہ مجھ کو نیند آنی ہے

حر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد سخت لڑائی شروع ہوئی۔ دشمن کٹتے جاتے اور آگے بڑھتے جاتے، کثرت کی وجہ سے کچھ خیال نہ لاتے، یہاں تک کہ امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قریب پہنچ گئے اور تشنہ کاموں پر تیروں کا مینہ برسانا شروع کر دیا، یہ حالت دیکھ کر حضرت حنفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی پیٹھ کے پیچھے لے لیا اور اپنے چہرے اور سینے کو امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سپر بنا کر کھڑے ہو گئے۔ دشمن کی طرف سے تیر پر تیر آ رہے ہیں اور یہ کامل اطمینان اور پوری خوشی کے ساتھ زخم پر زخم کھا رہے ہیں۔ اس وقت اس شرابِ محبت کے متوالے نے اپنے معشوق، اپنے دلربا حسین رضی اللہ عنہ کو پیٹھ پیچھے لے کر جنگِ اُحد کا سماں یاد دِلایا ہے وہاں بھی ایک عاشق جانباز مسلمانوں کی لڑائی بگڑ جانے پر سید المحبوبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے دشمنوں کے حملوں کی سپر بن کر آ کر کھڑا ہوا تھا، یہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہیں کے پیچھے قیام فرماتے تھے اور دشمنوں کے دفع کرنے کو ترکش سے تیر عطا فرماتے جاتے اور ہر تیر پر ارشاد ہوتا: اِرْمِ سَعَد بِاَبِیْ اَنْتَ وَ اُمِّیْ تیر مار اے سعد! تجھ پر میرے ماں باپ قربان۔ اللہ عزوجل کی شان، جنگِ احد میں حضرت سعد کی جاں نثاری کی وہ کیفیت کہ رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سپر بن گئے اور دشمنوں کو قریب نہ آنے دیا اور واقعہ کربلا میں ابن سعد کی زیاں کاری کی یہ حالت کہ دشمنوں کو رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے کے مقابلہ پر لایا ہے۔ بزرگوار باپ کے تیر اسلام کے دشمنوں پر چل رہے تھے، نانہجار بیٹے کے تیر مسلمانوں کے سردار پر چھوٹ رہے ہیں۔

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

(یعنی دیکھ! رستوں کا فرق کہاں سے کہاں تک ہے۔)

غرض حضرت حنفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے یہاں تک تیر کھائے کہ شہید ہو کر گر پڑے، حضرت زہیر بن قین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس طوفان بے تمیزی کے روکنے میں جان توڑ کوشش کی اور سخت لڑائی لڑ کر شہید ہو گئے۔ حضرت نافع بن ہلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تیروں پر اپنا نام کندہ کرا کر زہر میں بجھایا تھا۔ ان سے بارہ شقی قتل کئے اور بے شمار زخمی کر ڈالے۔ دشمن ان پر بھی ہجوم کر آئے، دونوں بازوؤں کے ٹوٹ جانے کے سبب سے مجبور ہو کر گرفتار ہو گئے۔ شمر خبیث انہیں ابن سعد کے پاس لے گیا۔ ہلال کے چاند کا چہرہ خون سے بھرا تھا اور وہ بپھرا ہوا شیر کہہ رہا تھا: میں نے تم میں کے بارہ گرائے اور بے گنتی گھائل کئے، اگر میرے ہاتھ نہ ٹوٹتے تو میں گرفتار نہ ہوتا۔ شمر نے ان کے قتل پر تلوار کھینچی، فرمایا: تو مسلمان ہوتا، تو خدا کی قسم! ہمارا خون کر کے خدا عزوجل سے ملنا پسند نہ کرتا، اس خدا عزوجل کیلئے تعریف ہے جس نے ہماری موت بدترانِ خلق کے ہاتھ پر رکھی۔ شمر نے شہید کر دیا۔

پھر باقی مسلمانوں پر حملہ آور ہوا۔ امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھیوں نے دیکھا کہ اب ان میں امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حفاظت کرنے کی طاقت نہ رہی، شہید ہونے میں جلدی کرنے لگے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہمارے جیتے جی امام عرش مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کوئی صدمہ پہنچے۔ حضرت عبداللہ و عبدالرحمٰن پسرانِ عروہ غفاری اجازت لے کر بڑھے اور لڑائی میں مشغول ہو کر شہید ہوگئے۔

سیف بن حارث اور مالک بن عبد رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہ دونوں ایک ماں کے بیٹے اور باپ کی طرف سے چچازاد تھے، حاضرِ خدمت ہو کر رونے لگے۔ امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: کیوں روتے ہو؟ کچھ ہی دیر باقی ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری آنکھیں ٹھنڈی کرتا ہے۔ عرض کی: واللہ! ہم اپنے لئے نہیں روتے بلکہ حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واسطے روتے ہیں کہ اب ہم میں حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محافظت کی طاقت نہ رہی۔ فرمایا: اللہ عزوجل تمہیں جزائے خیر دے۔ بالآخر یہ دونوں بھی رُخصت ہو کر بڑھے اور شہید ہوگئے۔

حنظلہ ابن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے قرآن مجید کی کچھ آیات پڑھیں اور کوفیوں کو عذابِ الٰہی سے ڈرایا مگر وہاں ایسی کون سنتا تھا، یہ بھی سلام کر کے گئے اور دادِ شجاعت دے کر شہید ہوگئے۔ شوذب بن شاکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رخصت پا کر بڑھے اور شہادت پا کر دارالسلام پہنچے۔ حضرت عابس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اجازت لے کر چلے اور مبارز مانگا، ان کی مشہور بہادری کے خوف سے کوئی سامنے نہ آیا۔ ابن سعد نے کہا: انہیں پتھروں سے مارو۔ چاروں طرف سے پتھروں کی بوچھاڑ شروع ہوگئی۔ جب انہوں نے نامردوں کی یہ حرکت دیکھی، طیش میں بھر کر زرہ اتار، خود پھینک، حملہ آور ہوئے، دم کے دم میں سب کو بھگا دیا۔ دشمن پھر حواس جمع کر کے آئے اور انہیں شہید کیا۔

یزید بن ابی زیاد کندی رضی اللہ عنہ نے جو کوفے کے لشکر میں تھے اور نار سے نکل کر نور میں آگئے تھے، دشمنوں پر تیر مارنے شروع کئے، ان کے ہر تیر پر امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دعا فرمائی: الٰہی عزوجل! اس کا تیر خطا نہ ہو اور اسے جنت عطا فرما۔ سو تیر مارے جن میں پانچ بھی خطا نہ گئے، آخر کار شہید ہوئے۔ اس واقعہ میں سب سے پہلے انہوں ہی نے شہادت پائی اور شہیدانِ کربلا کی ترتیب وار فہرست انہیں کے نام سے شروع ہوئی ہے۔ عمرو بن خالد مع سعد مولیٰ و جبار بن حارث و مجمع بن عبیداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم لڑتے لڑتے دشمنوں میں ڈوب گئے۔ اس وقت اشقیا نے سخت حملہ کیا، حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما حملہ فرما کر چھڑا لائے۔ زخموں سے چُور تھے اسی حال میں دشمنوں پر ٹوٹ پڑے اور لڑتے لڑتے شہید ہوگئے۔

اب امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وفادار اور جاں نثار سپاہیوں میں چند رِشتہ داروں کے سوا کوئی باقی نہ رہا، ان حضرات میں سب سے پہلے جو دشمنوں کے مقابلہ پر تشریف لائے امام رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ[1] ہیں۔ شیروں کے حملے مشہور ہیں، پھر یہ شیر تو محمدی کچھار کا شیر ہے۔ اس کے جھنجلائے ہوئے حملہ سے خداعزّ وجل کی پناہ، دشمنوں کو قہرِ الٰہی عزّ وجل کا نمونہ دکھا دیا۔ جس نے سر اٹھایا نیچا دکھا دیا۔ صف شکن حملوں سے جدھر بڑھے، دشمن کائی کی طرح پھٹ گئے ، دیر تک قتال کرتے اور قتل فرماتے رہے، پیاس اور ترقی پکڑ گئی، واپس تشریف لائے اور دم راست فرما کر پھر حملہ آور ہوئے اور دشمنوں کی جان پر وہی قیامت برپا کردی۔ چند بار ایسا ہی ہوا، یہاں تک کہ مرہ بن منقذ عبدی شقی کا نیزہ لگا اور بدبختوں نے تلواروں پر رکھ لیا۔ جنت علیا میں آرام فرمالیا۔ نوجوان بیٹے رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی لاش پر امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: بیٹے! خداعزّ وجل تیرے شہید کرنے والے کو قتل کرے، تیرے بعد دنیا پر خاک ہے، یہ قوم اللہ عزّ وجل سے کتنی بے باک اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بے حرمتی پر کس قدر جری ہے۔ پھر نعش مبارک اٹھا کر لے گئے اور خیمہ کے پاس رکھ لی پھر عبداللہ بن مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ لڑائی پر گئے اور شہید ہوگئے۔ (الکامل فی التاریخ، وکان اول من قتل۔۔۔الخ، ج۳، ص۴۲۸ ملخصا)

اب اعدا نے چار طرف سے نرغہ کیا۔ اس نرغے میں عون بن عبداللہ بن حضرت جعفر بن طیار اور عبدالرحمٰن و جعفر، پسرانِ عقیل نے شہادتیں پائیں۔ پھر حضرتِ قاسم، حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے حملہ آور ہوئے اور عمرو بن سعد بن نفیل مردود کی تلوار کھا کر زمین پر گرے، امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چچا کہہ کر آواز دی، امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ شیرِ غضبناک کی طرح پہنچے اور عمرو مردود پر تلوار چھوڑی، اس نے روکی، ہاتھ کہنی سے اڑگیا۔ وہ چلایا، کوفے کے سوار اس کی مدد کو دوڑے اور گرد و غبار میں اسی کے ناپاک سینے پر گھوڑوں کی ٹاپیں پڑگئیں۔

جب گرد چھٹی تو دیکھا، امام حضرت قاسم کی لاش پر فرما رہے ہیں: قاسم (رضی اللہ عنہ)! تیرے قاتل رحمتِ الٰہی عزّ وجل سے دُور ہیں، خدا کی قسم! تیرے چچا پر سخت شاق گزرا کہ تُو پکارے اور وہ تیری فریاد کو نہ پہنچ سکے۔ پھر انہیں بھی اپنے سینے پر اٹھا کر لے گئے اور حضرتِ علی اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے برابر لٹا دیا۔ اسی طرح یکے بعد دیگرے حضرت عباس اور ان تینوں بھائی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دوسرے صاحبزادے حضرت ابوبکر اور سب بھائی بھتیجے رضی اللہ تعالیٰ عنہم شہید ہوگئے۔ اللہ عزّ وجل انہیں اپنی وسیع رحمتوں کے سائے میں جگہ دے اور ہمیں ان کی برکات سے بہرہ مند فرمائے۔

اب امام مظلوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تنہا رہ گئے ، خیمے میں تشریف لا کر اپنے چھوٹے صاحبزادے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو (جو عوام میں علی اصغر مشہور ہیں) گود میں اٹھا کر میدان میں لائے، ایک شقی نے تیر مارا کہ گود ہی میں ذبح ہوگئے، امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کا خون زمین پر گرایا اور دعا کی: الٰہی عزّ وجل! اگر تو نے آسمانی مدد ہم سے روک لی ہے تو انجام بخیر فرما اور ان ظالموں سے بدلہ لے۔ (المرجع السابق، ص۴۲۹)

پھول کھِل کھِل کر بہاریں اپنی سب دکھلا گئے
حسرت ان غنچوں پر ہے جو بے کھلے مرجھا گئے

اللھم صل علی سیّدنا و مولانا محمّد و علیٰ اٰلہ و اصحابہ اجمعین

---

[1] ان کی والدہ ماجدہ حضرت لیلیٰ بنت ابی مرہ ہیں نہ حضرت شہر بانو جیسا کہ عوام میں مشہور ہے۔ ۱۲ منہ

امامِ عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہوتے ہیں

حسن وعشق کے باہمی تعلقات سے جو آگاہ ہیں، جانتے ہیں کہ وصلِ دوست جسے چاہنے والے اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھتے ہیں بغیر مصیبتیں اٹھائے اور بلائیں جھیلے حاصل نہیں ہوتا۔

رباعی

اے دل بہوس برسرکارے نرسی تاغم نہ خورے بغم گسارے نرسی

تاسودہ نہ گردی چوحنا در تہ سنگ ہرگز بکف پائے نگارے نرسی

(یعنی اے دل ہوس سے تو کامیاب نہ ہوگا جب تک تو غم نہ کھائے گا غم گسار تک تیری رسائی نہ ہوگی، جب تک تو مہندی کی طرح پتھر کے نیچے پس نہ جائے گا محبوب کے تلوے تک تیری رسائی نہ ہو سکے گی۔)

دل میں نشتر چبھو کر توڑ دیتے اور کلیجے میں چھریاں مار کر چھوڑ دیتے ہیں اور پھر تاکید ہوتی ہے کہ اُف کی تو عاشقوں کے دفتر سے نام کاٹ دیا جائے گا۔ غرض پہلے ہر طرح اطمینان کرلیتے اور امتحان فرمالیتے ہیں، جب کہیں چلمن سے ایک جھلک دکھانے کی نوبت آتی ہے۔

رباعی

خوباں دل و جاں بینوا میخواہند زخمے کہ زنند مرحبا میخواہند

ایں قوم ایں قوم چشم بد دُور ایں قوم خون می ریزند و خوں بہا میخواہند

(یعنی محبوب عشاق سے ایسے دِل وجان چاہتے ہیں جو بے نوا ہوں۔ زخم لگا کر انہی سے مرحبا کے طالب ہوتے ہیں۔ یہ گروہ چشم بد دور عجیب گروہ ہے خود قتل کرتے ہیں اور پھر خون بہا طلب کرتے ہیں۔)

اور یہ امتحان کچھ حسینانِ زمانہ ہی کا دستور نہیں، حسنِ ازل کی دلکش تجلیوں اور دلچسپ جلوؤں کا بھی معمول ہے کہ فرمایا جاتا ہے:

وَ لنبلونّکم بشیءٍ مّن الخوف وَ الجوعِ وَ نقصٍ مّن الاموالِ وَ الانفس وَ الثّمراتِ ط (پ۲،البقرۃ:۱۵۵)

ترجمۂ کنزالایمان : اور ضرور ہم تمہیں آزمائیں گے کچھ ڈر اور بھوک سے اور کچھ مالوں اور جانوں اور پھلوں کی کمی سے۔

جب ان کڑیوں کو جھیل لیا جاتا اور ان تکلیفوں کو برداشت کرلیا جاتا ہے تو پھر کیا پوچھنا؟ سراپردۂ جمال ترسی ہوئی آنکھوں کے سامنے سے اٹھادیا جاتا اور مدت کے بے قرار دل کو راحت وآرام کا پتلا بنادیا جاتا ہے۔ اسی بنیاد پر تو میدانِ کربلا میں امامِ مظلوم رضی اللہ عنہ کو وطن سے چھڑا کر پردیسی بنا کر لائے ہیں اور آج صبح سے ہمراہیوں اور رفیقوں بلکہ گود کے پالوں کو ایک ایک کر کے جدا کرلیا گیا ہے۔ کلیجے کے ٹکڑے خون میں نہائے آنکھوں کے سامنے پڑے ہی ہیں، ہری بھری پھلواڑی کے سہانے اور نازک پھول پتی پتی ہوکر خاک میں ملے ہیں اور کچھ پرواہ نہیں، پرواہ ہوتی تو کیوں ہوتی؟ کہ راہ دوست میں گھر لٹانے والے اسی دن کیلئے مدینہ سے چلے تھے، جب تو ایک ایک کو بھیج کر قربان کرادیا اور جو اپنے پاؤں نہ جاسکتے تھے، ان کو ہاتھوں پر لے کر نذر کرآئے۔ کہاں ہیں وہ ملائکہ جو حضرت انسان کی پیدائش پر چون وچرا کرتے تھے، اپنی جانمازوں اور تسبیح وتقدیس کے مصلوں سے اٹھ کر آج کربلا کے میدان کی سیر کریں اور اِنّیٓ اَعلم ما لا تعلمون (پ۱،البقرۃ:۳۰) کی شاندار تفصیل حیرت کی آنکھوں سے ملاحظہ فرمائیں۔

اس دل دکھانے والے معرکے میں امتحان سبھی کا منظور تھا، مگر حسینِ مظلوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اصلی اور اَوروں کا طفیلی، اگر ایسا نہ ہوتا تو ممکن تھا کہ دشمنوں کے ہاتھ سے جو صِرف امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کے دشمن امام ہی کے خون کے پیاسے تھے، پہلے امام رضی اللہ عنہ کو شہید کرادیا جاتا۔ اللہ اکبر! اس وقت کس قیامت کا دردناک منظر آنکھوں کے سامنے ہے۔ امامِ مظلوم رضی اللہ عنہ اپنے گھر والوں سے رخصت ہورہے ہیں...... بے کسی کی حالت...... تنہائی کی کیفیت...... تین دن کے پیاسے...... مقدس جگر پر سینکڑوں تیر کھائے...... ہزاروں دشمنوں کے مقابلہ پر جانے کا سامان فرمارہے ہیں...... اہل بیت رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی صغیرسن صاحبزادیاں، دنیا میں جن کی ناز برادری کا آخری فیصلہ ان کی شہادت کے ساتھ ہونے والا ہے، بے چین ہو ہو کر رو رہی ہیں...... بے کس سیدانیاں، یہاں جن کے عیش، جن کے آرام کا خاتمہ ان کی رخصت کے ساتھ خیرباد کہنے والا ہے، سخت بے چینی کے ساتھ اشکبار ہیں اور بعض وہ مقدس صورتیں جن کو بے کسی کی بولتی ہوئی تصویر کہنا ہر طریقے سے درست ہوسکتا ہے...... جن کا سہاگ خاک میں ملنے والا اور جن کا ہر آسرا ان کے مقدس دم کے ساتھ ٹوٹنے والا ہے...... روتے روتے بے حال ہوگئی ہیں...... ان کے اُڑے ہوئے رنگ والے چہرے پر سکوت اور خاموشی کے ساتھ مسلسل اور لگاتار آنسوؤں کی روانی صورتِ حال دکھا دکھا کر عرض کررہی ہے:

مے روی و گریہ مے آید مرا ساعتے بنشیں کہ باراں بگزرد

(یعنی تیرے رخصت ہونے پر مجھے رونا آتا ہے تھوڑی دیر کیلئے بیٹھ جاؤ تاکہ مجھے قرار آجائے اور میرے آنسو تھم جائیں۔)

اس وقت حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل سے کوئی پوچھے کہ حضور کے ناتواں دِل نے آج کیسے کیسے صدمے اٹھائے اوراب کیسی مصیبت جھیلنے کے سامان ہورہے ہیں۔ بیماری، پردیس، بچپن کے ساتھیوں کیجدائی، ساتھ کھیلے ہوؤں کا فراق، پیارے بھائیوں کے داغ نے دل کا کیا حال کررکھا ہے؟ اب ضدیں پوری کرنے والے اورناز اٹھانے والے مہربان باپ کا سایہ بھی سرِ مبارک سے اٹھنے والا ہے اس پرطرّہ یہ کہ ان مصیبتوں، ان ناقابلِ برداشت تکلیفوں میں کوئی بات پوچھنے والا بھی نہیں۔

درد دل اٹھ اٹھ کے کس کا راستہ تکتا ہے تو پوچھنے والا مریض بے کسی کا کون ہے

اب امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ بچوں کو کلیجے سے لگا کر، عورتوں کو صبر کی تلقین فرما کر آخری دیدار دِکھا کر تشریف لے چلے ہیں۔

از پیش من آں رشک چمن میگزرد چوں روح روانیکہ زتن میگزرد
حال عجبے روزِ وداعش دارم من از سر و جاں ازمن میگزرد

(یعنی وہ رشک چمن محبوب میری نظروں سے اوجھل ہوتا ہے جیسے روح جسم سے جدا ہوتی ہے۔
اس کے بچھڑنے پر میرا عجیب حال ہے گویا میں سر سے اور جان مجھ سے جدا ہو رہے ہیں۔)

ہائے! اس وقت کوئی اتنا بھی نہیں کہ رکاب تھام کر سوار کرائے یا میدان تک ساتھ جائے۔ ہاں! کچھ بے کس بچوں کی دردناک آوازیں اور بے بس عورتوں کی مایوسی بھری نگاہیں ہیں، جو ہر قدم پر امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ساتھ ہیں، امام مظلوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جوقدم آگے پڑتا ہے، یتیمی بچوں اور بے کسی عورتوں سے قریب ہوتی جاتی ہے۔امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلقین، امام رضی اللہ عنہ کی بہنیں جنہیں ابھی صبر کی تلقین فرمائی گئی تھی، اپنے زخمی کلیجوں پر صبر کی بھاری سل رکھے ہوئے سکوت کے عالم میں بیٹھی ہیں، مگران کے آنسوؤں کا غیر منقطع سلسلہ، ان کے بے کسی چھائے ہوئے چہروں کا اُڑا ہوا رنگ، جگر گوشوں کی شہادت، امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رخصت، اپنی بے بسی، گھر بھر کی تباہی پر زبانِ حال سے کہہ رہا ہے۔

مجھ کو جنگل میں اکیلا چھوڑ کر قافلہ سارا روانہ ہوگیا

جگہ گوشۂ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پر سوز شہادت

باغِ جنت کے ہیں بہر مدح خوانِ اہل بیت
تم کو مژدہ نار کا اے دشمنانِ اہل بیت

کس زباں سے ہو بیان عز و شانِ اہلِ بیت
مدح گوئے مصطفیٰ ہے مدح خوانِ اہل بیت

ان کی پاکی کا خدائے پاک کرتا ہے بیاں
آیۂ تطہیر سے ظاہر ہے شانِ اہل بیت

مصطفیٰ عزت بڑھانے کے لئے تعظیم دیں
ہے بلند اقبال تیرا دود مانِ اہل بیت

ان کے گھر میں بے اجازت جبرئیل آتے نہیں
قدر والے جانتے ہیں قدر شانِ اہل بیت

مصطفیٰ بائع خریدار اس کا اللہ مشتری
خوب چاندی کر رہا ہے کاروانِ اہل بیت

رزم کا میداں بنا ہے جلوہ گاہِ حسن و عشق
کربلا میں ہو رہا ہے امتحانِ اہل بیت

پھول زخموں کے کھلائے ہیں دوست نے
خون سے سینچا گیا ہے گلستانِ اہل بیت

حوریں کرتی ہیں عروسانِ شہادت کا سنگار
خوبرو دولہا بنا ہے ہر جوانِ اہل بیت

ہوگئی تحقیقِ عید دیدِ آبِ تیغ سے
اپنے روزے کھولتے ہیں صائمانِ اہل بیت

جمعہ کا دِن ہے کتابیں زیست کی طے کر کے آج
کھیلتے ہیں جان پر شہزادگانِ اہل بیت

اے شبابِ فصلِ گل! یہ چل گئی کیسی ہوا
کٹ رہا ہے لہلہاتا بوستانِ اہل بیت

کس شقی کی ہے حکومت ہائے کیا اندھیر ہے؟
دِن دھاڑے لٹ رہا ہے کاروانِ اہل بیت

خشک ہوجا خاک ہوکر خاک میں مل جا فرات
خاک تجھ پر دیکھ تو سوکھی زبانِ اہل بیت

خاک پر عباس و عثمان علم بردار ہیں
بے کسی اب کون اٹھائے نشانِ اہل بیت

تیری قدرت جانور تک آب سے سیراب ہوں
پیاس کی شدت میں تڑپے بے زبانِ اہل بیت

قافلہ سالار منزل کو چلے ہیں سونپ کر
وارثِ بے وارثاں کو کاروانِ اہل بیت

فاطمہ کے لاڈلے کا آخری دیدار ہے
حشر کا ہنگامہ برپا ہے میانِ اہل بیت

وقتِ رخصت کہہ رہا ہے خاک میں ملتا سہاگ
لو سلامِ آخری اے بیوگانِ اہل بیت

ابرِ فوجِ دشمناں میں اے فلک یوں ڈوب جائے
فاطمہ کا چاند مہرِ آسمانِ اہل بیت

کس مزے کی لذّتیں ہیں آبِ تیغِ یار میں
خاک و خون میں لوٹتے ہیں تشنگانِ اہل بیت

باغِ جنت چھوڑ کر آئے ہیں محبوبِ خدا
اے زہے قسمت تمہاری کشتگانِ اہل بیت

حوریں بے پردہ نکل آئی ہیں سر کھولے ہوئے
آج کیسا حشر ہے برپا میانِ اہل بیت

کوئی کیوں پوچھے کسی کو کیا غرض اے بے کسی
آج کیسا ہے مریضِ نیم جانِ اہل بیت

گھر لٹانا جان دینا کوئی تجھ سے سیکھ جائے
جانِ عالم ہو فدا اے خاندانِ اہل بیت

سر شہیدانِ محبت کے ہیں نیزوں پر بلند
اور اونچی کی خدا نے قدر و شانِ اہل بیت

دولت دیدار پائی پاک جانیں بیچ کر
کربلا میں خوب ہی چمکی دوکانِ اہل بیت

زخم کھانے کو تو آبِ تیغ پینے کو دیا
خوب دعوت کی بلاکر دشمنانِ اہل بیت

اپنا سودا بیچ کر بازار سونا کر گئے
کونسی بستی بسائی تاجرانِ اہل بیت

اہلِ بیتِ پاک سے گستاخیاں بے باکیاں
لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَیْكُم دشمنانِ اہل بیت

بے ادب گستاخ فرقہ کو سنا دے اے حسنؔ
یوں کہا کرتے ہیں سنّی داستانِ اہل بیت

اے کوثر! اپنے ٹھنڈے اور خوشگوار پانی کی سبیل تیار رکھ کہ تین دن کے پیاسے تیرے کنارے جلوہ فرمائیں گے......!

اے طوبیٰ! اپنے سائے کے دامن اور دراز کر، کربلا کی دھوپ کے لیٹنے والے تیرے نیچے آرام لیں گے......!

آج میدانِ کربلا میں جنتوں سے حوریں سنگار کیئے، ٹھنڈے پانی کے پیالے لئے حاضر ہیں...... آسمان سے ملائکہ کی لگا تار آمد نے سطح ہوا کو بالکل بھر دیا ہے اور پاک روحوں نے بہشت کے مکانوں کو سونا کر دیا...... خود حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ طیبہ سے اپنے بیٹے لاڈلے حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قتل گاہ تشریف لائے ہوئے ہیں...... ریشِ مبارک اور سرِ اطہر کے بال گرد میں اٹے ہوئے اور آنکھوں سے آنسوؤں کا تار بندھا ہوا ہے...... دستِ مبارک میں ایک شیشہ ہے، جس میں شہیدوں کا خون جمع کیا گیا ہے...... اور اب مقدّس دِل کے چین پیارے حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خون بھرنے کی باری ہے۔

بچہ ناز رفتہ باشد زجہاں نیاز مندے که بوقتِ جان سپردن بسرش رسیده باشی

(یعنی تیرے نیاز مند نے جہان سے کس ناز و انداز سے کوچ کیا ہو گا جب جاں سپاری کے وقت تو اس کے سرہانے موجودہ ہو گا۔)

غرض آج کربلا میں حسینی میلا لگا ہوا ہے...... حوروں سے کہو کہ اپنی خوشبودار چوٹیاں کھول کر کربلا کا میدان صاف کریں کہ تمہاری شہزادی، تمہاری آقائے نعمت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لال کے شہید کرنے اور خاک پر لٹائے جانے کا وقت قریب آ گیا ہے...... رضوان کو خبر دو کہ جنتوں کو بھینی بھینی خوشبوؤں سے بسا کر دلکش آرائشوں سے آراستہ کر کے دلہن بنا رکھے کہ بزمِ شہادت کا دولہا بہتے خون کا سہرا باندھے زخموں کے ہار گلے میں ڈالے عنقریب تشریف لانے والا ہے۔

ساعت آہ و بکا و بے قراری آ گئی سیّدِ مظلوم کی رن میں سواری آ گئی

ساتھ والے بھائی بیٹے ہو چکے ہیں سب شہید اب امامِ بے کس و تنہا کی باری آ گئی

امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شمر خبیث کو خیمۂ اطہر کی طرف بڑھتے ہوئے دیکھ کر فرمایا: خرابی ہو تمہارے لئے اگر دین نہیں رکھتے اور قیامت سے نہیں ڈرتے تو شرافت سے تو نہ گزرو، میرے اہل بیت علیہم الرضوان سے اپنے جاہل سرکشوں کو روکو، دشمن ادھر سے باز رہے۔ اب چار طرف سے امام مظلوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر، جنہیں شوقِ شہادت ہزاروں دشمنوں کے مقابلے میں اکیلا کر کے لایا ہے، نرغہ ہوا۔ امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ داہنی طرف حملہ فرماتے تو دُور تک سواروں اور پیادوں کا نشان نہ رہتا، بائیں جانب تشریف لے جاتے تو دشمنوں کو میدان چھوڑ کر بھاگنا پڑتا۔

خدا کی قسم! وہ فوج اس طرح ان کے حملوں سے پریشان ہوتی جیسے بکریوں کے گلہ پر شیر آپڑتا ہے، لڑائی نے طول کھینچا ہے، دشمنوں کے چھکے چھوٹے ہوئے ہیں، ناگاہ امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گھوڑا بھی کام آگیا، پیادہ ایسا قتال فرمایا کہ سواروں سے ممکن نہیں۔ تین دن کے پیاسے تھے ایک بدبخت نے فرات کی طرف اشارہ کرکے کہا: وہ دیکھئے کیسا چمک رہاہے، مگر تم اس میں سے ایک بوند نہ پاؤ گے یہاں تک کہ پیاسے ہی مارے جاؤ گے۔ فرمایا: اللہ عزوجل! تجھ کو پیاسا قتل کرے۔ فوراً پیاس میں مبتلا ہوا، پانی پیتا، پیاس نہ بجھتی، یہاں تک کہ پیاسا ہی مرگیا۔ حملہ کرتے اور فرماتے: کیا میرے قتل پر جمع ہوئے ہو؟ ہاں ہاں، خدا کی قسم! میرے بعد کسی کو قتل نہ کروگے، جس کا قتل میرے قتل سے زیادہ خداعزوجل کی ناخوشی کا سبب ہو، خدا کی قسم! مجھے اُمّید ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری ذِلت سے مجھے عزّت بخشے اور تم سے وہ بدلہ لے جو تمہارے خواب وخیال میں بھی نہ ہو، خدا کی قسم! تم مجھے قتل کروگے تو اللہ عزوجل تم میں پھوٹ ڈالے گا اور تمہارے خون بہائے گا اور اس پر راضی نہ ہوگا، یہاں تک کہ تمہارے لئے دکھ دینے والا عذاب چندور چند بڑھائے گا۔ (الکامل فی التاریخ، المعرکۃ، ج۳، ص۴۳۱ وغیرہ)

جب شمر خبیث نے کام نکلتا نہ دیکھا، لشکر کو للکارا: تمہاری مائیں تم کو پیٹیں کیا انتظار کررہے ہو حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کرو۔ اب چار طرف سے ظلمت کے ابر اور تاریکی کے بادل فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے چاند پر چھاگئے۔ زرعہ بن شریک تمیمی نے بائیں شانہ مبارک پر تلوار ماری، امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھک گئے ہیں...... زخموں سے چور ہیں...... ۳۳ زخم نیزے کے، ۳۴ گھاؤ تلواروں کے لگے ہیں...... تیروں کا شمار نہیں...... اٹھنا چاہتے ہیں اور گر پڑتے ہیں...... اسی حالت میں سنان بن انس نخعی شقی ناری جہنمی نے نیزہ مارا کہ وہ عرش کا تارا زمین پر ٹوٹ کر گرا...... سنان مردود نے خولی بن یزید سے کہا: سر کاٹ لے۔ اس کا ہاتھ کانپا۔ سنان ولد الشیطان بولا: تیرا ہاتھ بیکار ہو۔ اور خود گھوڑے سے اُتر کر محمد رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جگر پارے، تین دن کے پیاسے کو ذبح کیا اور سر مبارک جدا کرلیا۔ شہادت جو دلہن بنی ہوئی سرخ جوڑا، جنتی خوشبوؤں سے بسائے اسی وقت کی منتظر بیٹھی تھی، گھونگھٹ اٹھا کر بےتابانہ دوڑی اور اپنے دولہا حسین شہید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گلے میں باہیں ڈال کر لپٹ گئی......

فَصَلّی اللّٰہ علیٰ سیّدنا و مولانا محمّد وّ الہٖ وَ صحبہٖ اجمعین و لعنۃُ اللّٰہِ علی اَعدائہٖ وَ اعدائِہم الظّٰلمینَ

اس پر بھی صبر نہ آیا، امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لباس مبارک اتار کر آپس میں بانٹ لیا۔ عداوت کی آگ اب بھی نہ بجھی، اہل بیت علیہم الرضوان کے خیموں کو لوٹا، تمام مال اسباب اور محمد رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں کا زیور اتار لیا، کسی بی بی کے کان میں بھی ایک بالی بھی نہ چھوڑی۔ اللہ عزوجل واحد قہار کی ہزار ہزار لعنتیں ان بے دِینوں کی شقاوت پر، زیور درکنار اہل بیت کے سروں کے ڈوپٹے تک...... اب بھی مردودوں کے چین نہ پڑا، ایک شقی ناری جہنمی پکارا: کوئی ہے کہ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جسم کو گھوڑوں سے پامال کردے؟ دس مردود گھوڑے کداتے دوڑتے اور فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی گود کے پالے، مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سینے پر کھیلنے والے، کے تنِ مبارک کو سموں سے روندا کہ سینہ و پشتِ نازنین کی تمام ہڈیاں ریزہ ریزہ ہوگئیں! (المرجع السابق، ص۴۳۲)

فَصَلّی اللّٰہ علیٰ سیّدنا و مولانا محمّد وّ الہٖ وَ صحبہٖ اجمعین و لعنۃُ اللّٰہِ علی اَعدائہٖ وَ اعدائِہم الظّٰلمینَ

شہادت کے بعد کے واقعات

کپڑے کتے شمر خبیث نے چاہا کہ امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی شہید کرے، حمید بن مسلم بولا: سبحان اللہ! کیا بچے بھی قتل کئے جائیں گے؟...... ظالم باز رہا۔ (المرجع السابق، ص۴۳۳)

پھر سرِ مبارک امام مظلوم و شہدائے مرحوم علیہم الرضوان خولی بن یزید اور حمید بن مسلم کے ساتھ ابن زیاد کے پاس بھیجے گئے۔ جب کوفے آئے مکان بند پایا۔ خولی سر مبارک لے کر گھر آیا اور اپنی عورت نوار سے کہا: میں تیرے لئے وہ چیز لایا ہوں جو عمر بھر کو غنی کردے۔ اس نے پوچھا: کیا ہے؟ کہا: حسین (رضی اللہ عنہ) کا سر۔ بولی: خرابی ہو تیرے لئے، لوگ چاندی سونا لے کر آتے ہیں اور تُو رسول اللہ عزّ وجل وصلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے کا سر لایا۔ خدا کی قسم! میں تیرے ساتھ کبھی نہ رہونگی۔ یہ بی بی کہتی ہے: میں نے رات بھر دیکھا کہ ایک نورِ عظیم سرِ مبارک سے آسمان تک بلند ہے اور سپید پرند سرِ اقدس پر قربان ہو رہے ہیں۔ (المرجع السابق، ص۴۳۴)

جب سر مبارک ابن زیاد خبیث کے پاس لایا گیا، اس کے گھر کے در و دیوار سے خون بہنے لگا۔ وہ شقی چھڑی سے دندانِ مبارک کو چھو کر بولا: میں نے ایسا خوبصورت نہ دیکھا، دانت کیسے اچھے ہیں۔ زید بن ارقم رضی اللہ عنہ تشریف رکھتے تھے، فرمایا: اپنی چھڑی ہٹا، میں نے مدتوں رسول اللہ عزّ وجل وصلی اللہ علیہ وسلم کو ان ہونٹوں کو چومتے اور پیار کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ یہ کہہ کر رونے لگے۔ وہ خبیث بولا: تمہیں رونا نصیب ہو، اگر سٹھ نہ گئے ہوتے تو گردن ماردیتا۔ یہ اٹھ کھڑے ہوئے اور اس مردود کے درباریوں سے فرمایا: تم نے فاطمہ کے بیٹے رضی اللہ عنہما کو قتل کیا اور مرجانہ کے جنے کو امیر بنایا، آج سے تم غلام ہو، خدا کی قسم! تمہارے اچھے قتل کئے جائیں گے اور جو بچ رہیں گے غلام بنالئے جائیں گے۔ دور ہوں وہ جو ذلت وعار پر راضی ہوں۔ پھر فرمایا اے ابنِ زیاد! میں تجھ سے وہ حدیث ضرور بیان کروں گا جو تجھے غیظ و غضب کی آگ میں پھونک دے۔ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا دہنی ران مبارک پر حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بٹھایا اور بائیں پر حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اور دستِ اقدس ان کے سروں پر رکھ کر دعا فرمائی: الٰہی عزّ وجل! میں ان دونوں کو تجھے اور نیک مسلمانوں کو سونپتا ہوں۔ اے ابن زیاد! دیکھ نبی کی امانت کے ساتھ تو نے کیا کیا؟

ادھر ظالموں نے عابد بیمار کے گلے میں طوق ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈالیں اور بیبیوں کو اونٹوں پر سوار کرا کر، دو روز بعد کربلا سے کوچ کیا۔

سوار گھوڑوں پر اعداء پیادہ شہزادہ   الٰہی کیسا زمانے نے انقلاب کیا

جب یہ مظلوموں کا لٹا ہوا قافلہ شہیدوں کی لاشوں پر گزرا کہ بے گوروکفن میدان میں پڑے ہیں، حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا بے تابانہ چلا اٹھیں: یارسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! حضور پر ملائکہ آسمان کی درود دیں، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! یہ ہیں حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ...... میدان میں لیٹے...... سر سے پاؤں تک خون میں لپٹے...... تمام بدن کے جوڑ کٹے اور حضور کی بیٹیاں قیدی ہوئیں اور حضور کے بچے مقتول پڑے ہیں جن پر ہوا خاک اڑا کر ڈالتی ہے! (المرجع السابق)

جب یہ مظلوم قافلہ، ابن زیاد بدنہاد کے پاس پہنچا، اس نے عابد مظلوم سے بحث کی، مسکت جواب پانے پر حیران ہو کر بولا: خدا کی قسم! تم انہیں میں سے ہو۔ پھر ایک شخص سے کہا: دیکھ تو یہ بالغ ہیں۔ اس پر مری بن معاذ احمری شقی نے سیّد مظلوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قریب جا کر غور سے دیکھا، کہا: ہاں جوان ہیں۔ خبیث بولا: انہیں بھی قتل کر۔ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا بے تاب ہو کر مظلوم بھتیجے کے گلے سے لپٹ گئیں اور فرمایا: ابن زیاد بس کر! ابھی ہمارے خون سے تو سیراب نہ ہوا؟ ہم میں تو نے کے باقی چھوڑا ہے؟ میں تجھے خدا عزوجل کا واسطہ دیتی ہوں کہ اس بچے کو قتل کرے تو اس کے ساتھ مجھے بھی مار ڈال۔

عابد مظلوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اے ابن زیاد! ان بے کس عورتوں کا کون نگہبان رہے گا؟ دین و دیانت وحقوق رسالت تو برباد گئے، آخر تجھے ان سے کچھ قرابت بھی ہے، اسی کا خیال کر کے ان کے ساتھ کوئی خداترس بندہ کر دینا، جو اسلامی پاس کے ساتھ انہیں مدینہ پہنچا آئے۔ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی یہ حالت دیکھ کر خبیث بولا: خون کی شرکت بھی کیا چیز ہے میں یقین کرتا ہوں کہ یہ بی بی یہی چاہتی ہے کہ اس لڑکے کو قتل کروں تو انہیں بھی قتل کر دوں، خیر لڑکے کو چھوڑ دو کہ اپنے ناموس کے ساتھ رہے۔ (المرجع السابق، ص ۴۳۵)

سرِ انور کی کرامات

اب یہ قافلہ اور شہیدوں کے سر شام کو روانہ کئے گئے۔ سر مبارک نیزہ پر تھا، راہ میں ایک شخص قرآن مجید کی تلاوت کر رہا تھا۔ جب اس آیت پر پہنچا:

اَمْ حَسِبتَ اَنّ اصحٰب الکھفِ وَ الرّقیم لا کانو مِن ایٰتِنا عجبا (پ۱۵، الکھف:۹)

ترجمۂ کنزالایمان: کیا تمہیں معلوم ہوا کہ پہاڑ کی کھوہ میں اور جنگل کے کنارے والے ہماری ایک عجیب نشانی تھے۔

سر مبارک نے فرمایا: یا تالی القرآن اَعجب مِن قصاۃ اصحابِ الکھف قتلی وَ حملی اے قرآن پڑھنے والے! اصحاب کہف کے قصے سے زیادہ عجیب ہے میرا قتل کرنا اور سر نیزے پر لئے پھرنا۔ ظالم جہاں ٹھہرتے سر مبارک کو نیزے پر رکھ کر پہرا دیتے۔ (شرح الصدور، باب زیارۃ القبور وعلم الموتی۔۔۔الخ، ص۲۱۲)

ایک راہب نصرانی نے دیکھا تو پوچھا، بتایا، کہا: تم برے لوگ ہو، کیا دس ہزار اشرفیاں لے کر اس پر راضی ہو سکتے ہو کہ ایک رات یہ سر میرے پاس رہے۔ دنیا کے کتوں نے قبول کر لیا۔ راہب نے سر مبارک لے کر دھویا، خوشبو لگائی، رات بھر اپنی ران پر رکھے دیکھتا رہا، ایک نور بلند ہوتا پایا۔ راہب نے وہ رات رو کر کاٹی، صبح اسلام لایا اور گرجا اور اس کا مال متاع چھوڑ کر اہلِ بیت کی خدمت میں عمر گزار دی۔

صبح ان خبیثوں نے اشرفیوں کے توڑے آپس میں حصے کرنے کو کھولے، سب اشرفیاں ٹھیکریاں ہو گئی تھیں، ان کے ایک طرف لکھا تھا: وَ لا تحسبنَ اللّٰہ غافلاً عمّا یعملُ الظّالمون (پ۱۳، ابراھیم:۴۲) ترجمۂ کنزالایمان: اور ہرگز اللہ کو بے خبر نہ جاننا ظالموں کے کاموں سے۔ اور دوسری طرف لکھا تھا: وَ سیعلمُ الّذین ظلموا اَیّ منقلبٍ یّنقلِبون (پ۱۹، الشعرآء:۲۲۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جانا چاہتے ہیں ظالم کہ وہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔

مزید واقعات

جب سرِ مبارک امام مظلوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا، اس ظالم اظلم یزید پلید کے پاس پہنچا، بید سے چھونے لگا، نصرانی بادشاہ روم کا سفیر موجود تھا، حیران ہوکر بولا کہ ہمارے یہاں ایک جزیرے کے گرجا میں عیسیٰ علیہ السلام کے گدھے کا سم ہے، ہم ہر سال دور دور سے اس کی طرف حج کی طرح جاتے اور منتیں مانتے ہیں اور اس کی ایسی تعظیم کرتے ہیں جیسے تم اپنے کعبہ کی، تم نے اپنے نبی کے بیٹے (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ورضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے ساتھ یہ سلوک کیا، میں گواہی دیتا ہوں کہ تم لوگ باطل پر ہو۔

ایک یہودی نے کہا: مجھ میں اور داؤد (علیہ السلام) میں ستر پشت کا فاصلہ ہے۔ یہود میری تعظیم کرتے ہیں اور تم نے خود اپنے نبی کے بیٹے (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ورضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو قتل کیا!

پھر شام سے یہ قافلہ مدینہ طیبہ کو روانہ کیا گیا، مدینہ میں پہنچنے کی تاریخ قیامت کا سامان اپنے ساتھ لائی۔ گھر گھر میں کہرام تھا، درو دیوار سے دِل دکھانے اور کلیجے میں گھاؤ ڈالنے والی مصیبتیں ٹپکی پڑتی تھی۔

بعدِ شہادت آسمان سے خون برسا۔ نصرہ ازدیہ کہتی ہیں کہ ہم صبح کو اٹھے تو تمام برتن خون سے بھرے پائے...... آسمان اس قدر تاریک ہوا کہ دن کو ستارے نظر آئے...... ملکِ شام میں جو پتھر اٹھاتے، اس کے نیچے تازہ خون پاتے۔

ایک روایت میں ہے سات دِن آسمان اس قدر تاریک ہوا کہ دیواریں شہاب کی رنگی ہوئی چادریں معلوم ہوتیں...... ستاروں میں تلاطم نظر آتا...... ایک ستارہ دوسرے سے ٹکراتا۔

ابوسعید فرماتے ہیں: دنیا بھر میں جو پتھر اٹھایا، اس کے نیچے تازہ خون پایا...... آسمان سے خون برسا...... کپڑے پھٹتے پھٹ گئے، مگر اس کا اثر نہ جاتا تھا نہ گیا...... خراسان وشام وکوفہ میں گھروں اور دیواروں پر خون ہی خون تھا۔

علماء فرماتے ہیں: یہ تیز سرخی جو شفق کے ساتھ دیکھی جاتی ہے، شہادت مبارک سے پہلے نہ تھی، چھ مہینے تک آسمان کے کنارے سرخ رہے، پھر یہ سرخی نمودار ہوئی۔

قتل امام حسین میں شریک بدبختوں کا عبرت ناک انجام

ابوالشیخ نے روایت کی: کچھ لوگ بیٹھے ذکر کر رہے تھے کہ جس نے امامِ مظلوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل میں کچھ اعانت کی، کسی نہ کسی بلا میں ضرور مبتلا ہوا۔ ایک بڈھے نے اپنے نفسِ ناپاک کی نسبت کہا کہ اسے تو کچھ نہ ہوا۔ چراغ کی بتی سنبھالی، آگ نے اس شقی کو لیا، آگ آگ چلاتا فرات میں کود پڑا، مگر وہ آگ نہ بجھی، یہاں تک کہ آگ میں پہنچا۔

منصور بن عمار نے روایت کی: امام رضی اللہ عنہ کے قاتل پیاس میں مبتلا ہوئے کہ ایک ایک مشک چڑھا جاتے اور پیاس کم نہ ہوتی۔

سدی کہتے ہیں کہ ایک شخص نے کربلا میں میری دعوت کی، لوگوں نے آپس میں ذکر کیا کہ جس جس نے حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خون میں شرکت کی بری موت مرا۔ میزبان نے اسے جھٹلایا اور کہا: وہ شخص بھی اسی لشکر میں تھا۔ پچھلی رات چراغ درست کرنے اٹھا آگ نے جست کر کے اس کے بدن کو لیا، خدا کی قسم! میں نے دیکھا کہ اس کا بدن کوئلہ ہو گیا تھا۔

امام زہری فرماتے ہیں: ان میں کوئی مارا گیا، کوئی اندھا ہو کر مرا، کسی کا منہ کالا ہو گیا۔

امام واقدی فرماتے ہیں: ایک بڈھا وقتِ شہادتِ امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ موجود تھا شریک نہ ہوا تھا، اندھا ہو گیا۔ سبب پوچھا، کہا: اس نے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا، آستینیں چڑھائے، دستِ اقدس میں ننگی تلوار لئے، سامنے حسین رضی اللہ عنہ کے دس قاتل ذبح کئے ہوئے پڑے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بڈھے پر غضب فرمایا کہ تو نے موجود ہو کر اس گروہ کو بڑھایا؟ اور خونِ امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک سلائی آنکھوں میں لگا دی، اٹھا تو اندھا تھا۔

سبط ابن الجوزی روایت کرتے ہیں: جس شخص نے سرِ مبارکِ امام مظلوم رضی اللہ عنہ اپنے گھوڑے پر لٹکایا تھا، چند روز بعد اس کا منہ کوئلے سے زیادہ کالا ہو گیا۔ لوگوں نے کہا: تیرا چہرہ تو عرب بھر میں تروتازہ تھا، یہ کیا ماجرا ہے؟ کہا: جب سے وہ سر اٹھایا ہے، ہر رات دو شخص آتے اور بازو پکڑ کر بھڑکتی آگ پر لے جا کر دھکا دیتے ہیں۔ سر جھکتا ہے، آگ چہرے کو مارتی ہے۔ پھر نہایت برے حالوں مر گیا۔

ایک بڈھے نے حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ سامنے ایک طشت میں خون رکھا ہے اور لوگ پیش کئے جاتے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس خون کا دھبا لگا دیتے ہیں، جب اسکی باری آئی، اس نے عرض کی: میں تو موجود نہ تھا۔ فرمایا: دل سے تو چاہا تھا پھر انگشت مبارک سے اس کی طرف اشارہ کیا، صبح کو اندھا اٹھا۔

حاکم نے روایت کی کہ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جبریل نے عرض کی: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں نے یحییٰ بن زکریا کے بدلے ستر ہزار قتل کئے اور حسین کے عوض میں ستر ہزار اور ستر ہزار قتل فرماؤں گا۔ (المستدرک، کتاب تواریخ المتقدمین۔۔۔الخ، قصۃ قتل یحییٰ علیہ السلام، الحدیث: ۴۲۰۸، ج ۳، ص ۴۸۵)

الحمدللہ! اللہ عزّ وجل نے ابن زیاد خبیث سے امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بدلہ لیا۔ جب وہ مردود مارا گیا، اس کا سر مع اس کے ساتھیوں کے سروں کے لا کر رکھا گیا۔ لوگوں کا ہجوم تھا، غل پڑ گیا، آیا آیا۔ راوی کہتے ہیں: میں نے دیکھا کہ ایک سانپ آ رہا ہے، سب سروں کے بیچ میں ہوتا ہوا ابن زیاد کے ناپاک سر تک پہنچا۔ ایک نتھنے میں سے نکلا اور چلا گیا۔ پھر غل پڑا، آیا آیا، پھر وہی سانپ آیا اور یوں ہی کیا، کئی بار ایسا ہی ہوا۔

منصور کہتے ہیں: میں نے شام میں ایک شخص دیکھا، اس کا منہ سؤر کا منہ تھا، سبب پوچھا، کہا: وہ مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور انکی پاک اولاد پر لعنت کیا کرتا۔ ایک حضور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا، امامِ حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس خبیث کی شکایت کی، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس پر لعنت فرمائی اور منہ پر تھوک دیا، چہرہ سؤر کا ہو گیا۔ وَالعِیاذُ بِاللّٰہِ ربِّ العالمین

عاشوراء کے فضائل

﴿شیخ طریقت، امیر اہلسنّت، حضرتِ علامہ مولانا ابوبلال محمد الیاس عطار قادری رضوی دامت برکاتہم العالیہ
کی مایہ ناز تالیف فیضانِ سنّت جلداوّل سے ماخوذ﴾

یا شہیدِ کربلا ہو دُور ہر رنج و بلا

کے پچّیس حروف کی نسبت سے عاشوراء کی خصوصیات

(۱) 10 محرم الحرام عاشوراء کے روز حضرت سیّدنا آدم علیٰ نبینا و علیہ الصّلوٰۃ والسلام کی توبہ قبول کی گئی (۲) اسی دن انہیں پیدا کیا گیا (۳) اسی دن انہیں جنت میں داخل کیا گیا (٤) اسی دن عرش (٥) کرسی (٦) آسمان (۷) زمین (۸) سورج (۹) چاند (۱۰) ستارے اور (۱۱) جنت پیدا کیے گئے (۱۲) اسی دن حضرت سیّدنا ابراہیم خلیل اللہ علیٰ نبینا و علیہ الصّلوٰۃ والسلام پیدا ہوئے (۱۳) اسی دن انہیں آگ سے نَجات ملی (١٤) اسی دن حضرتِ سیّدنا موسیٰ علیٰ نبینا و علیہ الصّلوٰۃ والسلام اور آپ کی اُمّت کو نجات ملی اور فرعون اپنی قوم سَمیت غَرَق ہوا (١٥) حضرتِ سیّدنا عیسیٰ روح اللہ علیٰ نبینا و علیہ الصّلوٰۃ والسلام پیدا کیے گئے (١٦) اسی دن انہیں آسمانوں کی طرف اٹھایا گیا (١٧) اسی دن حضرتِ سیّدنا نوح علیٰ نبینا و علیہ الصّلوٰۃ والسلام کی کشتی کوہِ جُودی پر ٹھہری (١٨) اسی دن حضرت سیّدنا سلیمان علیٰ نبینا و علیہ الصّلوٰۃ والسلام کو مُلکِ عظیم عطا کیا گیا (١٩) اسی دن حضرت سیّدنا یونس علیٰ نبینا و علیہ الصّلوٰۃ والسلام مچھلی کے پیٹ سے نکالے گئے (۲۰) اسی دن حضرتِ سیّدنا یعقوب علیٰ نبینا و علیہ الصّلوٰۃ والسلام کی بینائی کا ضُعف دُور ہوا (۲۱) اسی دن حضرتِ سیّدنا یوسف علیٰ نبینا و علیہ الصّلوٰۃ والسلام گہرے کنویں سے نکالے گئے (۲۲) اسی دن حضرتِ سیّدنا ایوب علیٰ نبینا و علیہ الصّلوٰۃ والسلام کی تکلیف رَفع کی گئی (۲۳) آسمان سے زمین پر سب سے پہلی بارِش اسی دن نازِل ہوئی اور (٢٤) اسی دن کا روزہ اُمتوں میں مشہور تھا یہاں تک کہ یہ بھی کہا گیا کہ اس دن کا روزہ ماہِ رَمَضان المبارَک سے پہلے فرض تھا پھر منسوخ کر دیا گیا۔ (مکاشفۃ القلوب، ص ۳۱۱) (۲۵) امامُ الہمام، امامِ عالی مقام، امامِ عرش مقام، امامِ تِشنہ کام سیّدنا امامِ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بمع شہزادگان و رُفقاء تین دِن بھوکا رکھنے کے بعد اسی عاشوراء کے روز دشتِ کربلا میں انتہائی سفا کی کیساتھ شہید کیا گیا۔

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلیٰ مُحَمَّد

یا حُسین کے چھ حروف کی نسبت سے مُحرَّمُ الحرام اور عاشوراء کے روزوں کے چھ فضائل

مدینہ ۱...... حضرتِ سیِّدنا ابوہُریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رِوایت ہے، حضورِ اکرم، نورِ مجسم، رسولِ مُحتشم، شافعِ اُمم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: رَمضان کے بعد محرم کا روزہ افضل ہے اور فرض کے بعد نَماز صلوٰۃُ اللیل (یعنی رات کے نوافل) ہے۔ (صحیح مسلم، ص ۸۹۱، حدیث: ۱۱۶۳)

مدینہ ۲...... طبیبوں کے طبیب، اللہ کے حبیب، حبیبِ لبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمانِ رَحمت نشان ہے: محرم کے ہر دِن کا روزہ ایک مہینہ کے روزوں کے برابر ہے۔ (طبرانی فی الصغیر، ج ۲، ص ۸۷، حدیث: ۱۵۸۰)

یومِ موسیٰ علیہ السلام

مدینہ ۳...... حضرتِ سیِّدنا عبداللہ ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ارشادِ گرامی ہے، رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب مدینۃُ المنوّرہ زَادَھَا اللّٰہُ شَرَفًا وَّ تَعْظِیْمًا میں تشریف لائے، یہود کو عاشورہ کے دن روزہ دار پایا تو ارشاد فرمایا: یہ کیا دن ہے کہ تم روزہ رکھتے ہو؟ عرض کی: یہ عظمت والا دن ہے کہ اس میں موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور اُن کی قوم کو اللہ تعالیٰ نے نَجات دی اور فرعون اور اُس کی قوم کو ڈبو دیا۔ لہٰذا موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بطورِ شکرانہ اِس دن کا روزہ رکھا، تو ہم بھی روزہ رکھتے ہیں۔ ارشاد فرمایا: موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مُوافقت کرنے میں بہ نسبت تمہارے ہم زِیادہ حقدار اور زیادہ قریب ہیں۔ تو سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود بھی روزہ رکھا اور اِس کا حکم بھی فرمایا۔ (صحیح البخاری، ج ۱، ص ۶۵۶، حدیث: ۲۰۰۴)

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اِس حدیثِ پاک سے معلوم ہوا کہ جس روز اللہ عزوجل کوئی خاص نعمت عطا فرمائے اُس کی یادگار قائم کرنا دُرست و محبوب ہے کہ اس طرح اُس نعمتِ عُظمیٰ کی یاد تازہ ہوگی اور اُس کا شکر ادا کرنے کا سبب بھی ہوگا۔ خود قرآنِ عظیم میں ارشاد فرمایا: وَ ذَکِّرْھُمْ بِاَیّٰمِ اللّٰہِ ط (پ ۱۳، ابراہیم: ۵) ترجمۂ کنز الایمان: اور انہیں اللہ کے دِن یاد دِلا۔

عید میلاد النّبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور دعوت اسلامی

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! ہم مسلمانوں کیلئے سلطانِ مدینۂ منورہ، شہنشاہِ مکہ مکرمہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے یومِ ولادت سے بڑھ کر کون سا دن یومِ انعام ہوگا؟ تمام نعمتیں اُنہیں کے طُفیل تو ہیں اور یہ دِن عید سے بھی بہتر ہے کہ اُنہیں کے صَدقہ میں عید بھی عید ہوئی۔ اِسی وجہ سے پیر شریف کے دن روزہ رکھنے کا سبب ارشاد فرمایا: فِیْہِ وُلِدتُ یعنی اس دن میری ولادت ہوئی۔ (صحیح مسلم، ص ۵۹۱، حدیث:۱۱۶۲)

الحمدللہ عزوجل تبلیغِ قرآن وسنّت کی عالمگیر غیر سیاسی تحریک، دعوتِ اسلامی کی طرف سے دُنیا کے بے شمار مُمالک کے لاتعداد مقامات پر ہر سال عید میلاد النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم شاندار طریقے پر منائی جاتی ہے۔ ربیع النور شریف کی ۱۲ ویں شب کو عظیم الشان اجتماعِ میلاد کا انعقاد ہوتا ہے اور بالخصوص میرے حسن ظن کے مطابق اُس رات دُنیا کا سب سے بڑا اجتماعِ میلاد بابُ المدینہ کراچی میں مُنعَقِد ہوتا ہے اور عید کے روز مرحبا یا مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی دھومیں مچاتے ہوئے بے شمار جلوسِ میلاد نکالے جاتے ہیں جن میں لاکھوں عاشقانِ رسول شریک ہوتے ہیں۔

عیدِ میلاد النّبی تو عید کی بھی عید ہے بالیقیں ہے عیدِ عیداں عیدِ میلاد النّبی

عاشوراء کا روزہ

مدینہ ۴...... حضرت سیّدنا عبداللہ ابنِ عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما فرماتے ہیں، میں نے سلطانِ دوجہان، شہنشاہِ کون و مکان، رحمتِ عالمیان صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کوکسی دن کے روزہ کو اور دِن پر فضیلت دے کر جستجو فرماتے نہ دیکھا مگر یہ کہ عاشوراء کا دن اور یہ کہ رَمضان کا مہینہ۔ (صحیح البخاری، ج۱، ص ۶۵۷، حدیث:۲۰۰۶)

یہودیوں کی مُخالَفَت کرو

مدینہ ۵...... نبی رحمت، شفیعِ اُمّت، شہنشاہِ نبوّت، تاجدارِ رسالت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یومِ عاشوراء کا روزہ رکھو اور اِس میں یہودیوں کی مخالفت کرو، اس سے پہلے یا بعد میں بھی ایک دن کا روزہ رکھو۔ (مسند امام احمد، ج۱، ص ۵۱۸، حدیث:۲۱۵۴)

عاشوراء کا روزہ جب بھی رکھیں تو ساتھ ہی نویں یا گیارہویں محرم الحرام کا روزہ بھی رکھ لینا بہتر ہے۔

مدینہ ۶...... حضرتِ سیّدنا ابو قَتادہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: مجھے اللہ پر گُمان ہے کہ عاشوراء کا روزہ ایک سال قبل کے گناہ مٹا دیتا ہے۔ (صحیح مسلم، ص ۵۹۰، حدیث:۱۱۶۲)

سارا سال آنکھیں دُکھیں نہ بیمار ہو

مُفسّرِ شہیر حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان فرماتے ہیں: محرم کی نویں اور دسویں کو روزہ رکھے تو بہت ثواب پائیگا۔ بال بچّوں کیلئے دسویں محرم کو خوب اچھے اچھے کھانے پکائے تو اِن شاءَ اللہ عزوجل سال بھر تک گھر میں بَرَکت رہے گی۔ بہتر ہے کہ کھچڑا پکا کر حضرتِ شہید کربلا سیّدنا امامِ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فاتحہ کرے بہت مجرب (یعنی مؤثر و آزمودہ) ہے۔ اسی تاریخ یعنی ۱۰ محرم الحرام کو غسل کرے تو تمام سال اِن شاءَ اللہ عزوجل بیماریوں سے امن میں رہے گا کیونکہ اس دن آبِ زم زم تمام پانیوں میں پہنچتا ہے۔ (تفسیر روح البیان، ج ۴، ص ۱۴۲، کوئٹہ - اسلامی زندگی، ص ۹۳)

سرورِ کائنات، شاہ موجودات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص یومِ عاشوراء اثمد سرمہ آنکھوں میں لگائے تو اس کی آنکھیں کبھی بھی نہ دُکھیں گی۔ (شعب الایمان، الحدیث: ۳۷۹۷، ج ۳، ص ۳۶۷ - فیضان سنت، ص ۱۳۴۷ تا ۱۳۴۵)

یکم محرم الحرام کو بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم 130 بار لکھ کر (یا لکھوا کر) جو کوئی اپنے پاس رکھے (یا پلاسٹک کوٹنگ کروا کر کپڑے، ریگزین یا چمڑے میں سلوا کر پہن لے) اِن شاءَ اللہ عزوجل عمر بھر اس کو یا اس کے گھر میں کسی کو کوئی برائی نہ پہنچے۔

(شمس المعارف مترجم، ص ۷۳ - فیضان سنت، ص ۱۳۴۶)

ماخذ و مراجع

۱	سنن الترمذی	دار الفکر بیروت
۲	مجمع الزوائد	دار الفکر بیروت
۳	صحیح البخاری	دار الکتب العلمیۃ بیروت
٤	المعجم الکبیر	دار احیاء التراث العربی بیروت
۵	حلیۃ الاولیاء	دار الکتب العلمیۃ بیروت
٦	الکامل فی التاریخ	دار الکتب العلمیۃ بیروت
۷	مکاشفۃ القلوب	دار الکتب العلمیۃ بیروت
۸	شرح الصدور	مرکز اہل السنۃ برکات رضا ہند
۹	ملفوظات اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ	مشتاق بک ڈپو لاہور
۱۰	تاریخ بغداد	دار الکتب العلمیۃ بیروت
۱۱	تفسیر خزائن العرفان	ضیاء القرآن کراچی
۱۲	مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح	ضیاء القرآن کراچی
۱۳	الترغیب والترہیب	دار الفکر بیروت
١٤	منبہات ابن حجر عسقلانی	نوری کتب خانہ
۱۵	شرح الصدور بشرح حال الموتیٰ والقبور	مرکز اہل السنۃ برکات رضا ہند
١٦	الطبقات الکبریٰ	دار الکتب العلمیۃ بیروت
۱۷	کشف المحجوب (فارسی)	نوائے وقت پرنٹرز لاہور
۱۸	مطالع المسرات	نوریہ رضویہ سردار آباد (فیصل آباد)
۱۹	الرسالۃ القشیریۃ	دار الکتب العلمیۃ بیروت
۲۰	گلستان سعدی	----------